ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الادارہ:
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر:
مجاہد الحسینی



بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۶ روپے
ششماہی ——— ۹ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

غیر ممالک

سعودی عرب:
سالانہ ہوائی جہاز ——— ۵۰ روپے
بحری جہاز ——— ۲۵ روپے

انگلینڈ:
سالانہ ہوائی جہاز ——— ۶۸ روپے
بحری جہاز ——— ۳۶ روپے

فی شمارہ
۳۵ پیسے

۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ
۵ مئی ۱۹۷۲ء

مطبوعہ انجمن خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ لاہور ——— فون نمبر: ۶۷۵۴۵

ذکر اللہ کی عظمت اور اس کی برکات

مولانا محمد منظور نعمانی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَ غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَ نَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کے کچھ بندگانِ خدا اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح اس حدیث سے صراحتہً معلوم ہوا کہ اللہ کے کچھ بندوں کے ایک جگہ جمع ہو کر ذکر کرنے کی خاص برکات ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی شرح میں فرمایا ہے:۔

"اس میں کسی شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہے کہ مسلمانوں کا جمع ہو کر وظیفہ وغیرہ کرنا رحمت و سکینت اور قرب ملائکہ کا خاص وسیلہ ہے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ صفحہ جلد ۲)

اس حدیث میں اللہ کا ذکر کرنے والے بندوں کے لیے چار خاص نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک یہ کہ ہر طرف سے اللہ کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، دوسرے یہ کہ رحمتِ الٰہی ان کو اپنے آغوش اور سایہ میں لے لیتی ہے اور ان دونوں نعمتوں کے لازمی نتیجہ کے طور پر تیسری نعمت ان کو یہ حاصل ہوتی ہے کہ ان کے قلب پر "سکینت" نازل ہوتی ہے جو عظیم ترین روحانی نعمتوں میں سے ہے۔ یہاں سکینت سے مراد خاص درجہ کا قلبی اطمینان اور روحانی سکون ہے جو اللہ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطیہ کے طور پر نصیب ہوتا ہے اسی کو اہل سلوک "جمعیتِ قلبی" بھی کہتے ہیں۔ اس دولت اور نعمت کا صاحب سکینہ کو احساس اور شعور بھی ہوتا ہے۔ اور ذاکر بندوں کو ملنے والی چوتھی نعمت جس کا اس حدیث میں سب سے آخر میں ذکر کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کے حلقہ میں ان ذاکر بندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ — دیکھو آدم ہی کی اولاد میں سے میرے یہ بھی بندے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں غائبانہ ہی ایمان لائے ہیں۔ اس کے باوجود محبت و خشیت کی کیسی کیفیت اور کیسے ذوق و شوق اور کیسے سوز و گداز کے ساتھ میرا ذکر کر رہے ہیں۔ بلاشبہ مالک الملک کا اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا اس طرح ذکر فرمانا وہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ جس سے آگے کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محروم نہ رکھے۔

فائدہ اس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملا کہ اگر اللہ کا کوئی ذاکر بندہ اپنے قلب و باطن میں "سکینت" کی کیفیت محسوس نہ کرے (جو ایک محسوس کی جانے والی چیز ہے) تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ ابھی وہ ذکر کے اس مقام تک نہیں پہنچ سکا ہے جس پر یہ نعمتیں موعود ہیں۔ یا اس کی زندگی میں کچھ ایسی خرابیاں ہیں جو آثار ذکر کے حصول میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں بہرحال اسے اپنی اصلاح کی فکر کرنا چاہیے رب کریم کے وعدے برحق ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِیَۃُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَالِکَ؟ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا غَیْرُہٗ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَکُمْ وَمَا کَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقَلَّ عَنْہُ حَدِیْثًا مِنِّیْ وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی حَلْقَۃٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ ھٰھُنَا قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ وَ نَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا ھَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَ مَنَّ بِہٖ عَلَیْنَا قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَالِکَ؟ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَالِکَ قَالَ اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَسْتَحْلِفْکُمْ تُھْمَۃً لَکُمْ وَلٰکِنَّہٗ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ (رواہ مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں قائم ایک حلقہ پر پہنچے تو آپ نے اُن اہلِ حلقہ سے پوچھا۔ تم یہاں کس لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا۔ کیا اللہ کی قسم! تم صرف ذکر اللہ ہی کے سبب بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا قسم اللہ ہمارے بیٹھنے کا کوئی اور مقصد اللہ کے ذکر کے سوا نہیں ہے حضرت معاویہ نے کہا۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے کسی بدگمانی کی بنا پر آپ لوگوں سے قسم نہیں لی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس درجہ کا تعلق اور قرب مجھے حاصل تھا اس درجہ کا تعلق والا کوئی آدمی آپ کی حدیثیں مجھ سے کم بیان کرنے والا نہیں ہے۔ (یعنی میں روایت حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کرتا ہوں۔ اس لیے اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت بہت کم حدیثیں بیان کرتا ہوں مگر اس وقت ایک حدیث ذکر کرتا ہوں اور میں نے کی

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ
۵ مئی ۱۹۷۲ء

جلد ۱۷ ★ شمارہ ۵۰

مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا عبید اللہ انور
مدظلہ العالی

مدیر
مجاہد الحسینی

اسلامی جمہوریہ میں ارتداد کی اجازت؟

مسلمان کے لیے تبدیلیٔ مذہب بغاوت قرار دیا جائے!

پاکستان کی "سرزمینِ بے آئین" کو اسمبلی کے ذریعے عبوری آئین مل گیا ہے — قراردادِ مقاصد اس آئین کا بھی دیباچہ قرار پائی ہے جس طرح ۱۹۵۶ء میں تھی۔ حالانکہ وزیر اطلاعات و نشریات اور بعض دیگر وزراء کی جانب سے اس امر کی یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ ہماری پارٹی قراردادِ مقاصد کو آئین کا باقاعدہ جزو قرار دے گی۔

بہر نوع عبوری آئین میں حصہ اوّل کا تعارف کراتے ہوئے لکھا گیا ہے،

۲۔ "مملکتِ پاکستان جمہوریہ ہوگی اور اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جائے گا۔

اور بنیادی حقوق کی دفعہ ۱۷ (ل) میں کہا گیا ہے:-

(ل) ہر شہری کو کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہوگا۔

عبوری آئین کی اس دفعہ کا مقصد یہ ہوا کہ پاکستان اسلامی جمہوریہ قرار پانے کے باوجود ایک ایسی ریاست ہوگی جس میں ہر شخص کو بلا استثناء مذہب تبدیل کرنے کی اجازت ہوگی خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرے لفظوں میں مسلمان کو مرتد ہونے کی اجازت ہوگی۔

مذہب تبدیل کرنے کی اجازت ۱۹۵۶ء کے آئین میں بھی موجود تھی جس کے خلاف علماءِ حق نے شدید احتجاج کیا تھا کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اس بات کی پابندی عائد کی جانی چاہیئے کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر کفر اختیار نہیں کر سکتے۔

دنیا کے مروّجہ نظامہائے زندگی میں صرف سیکولرزم ہی ایسا نظام ہے جس میں ہر شخص کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی جاتی ہے لیکن جہاں عقائد و نظریات کی اساس پر نظام قائم ہیں مثلاً اشتراکی عیسائی اور یہودی ممالک میں کسی بھی شہری کو ہرگز یہ اجازت حاصل نہیں کہ وہ اس مملکت میں رائج فکری و نظری نظام کی مخالفت کرنے کی جرأت کر سکے۔ کیا روس اور چین میں کوئی شخص کمیونزم کو چھوڑ کر یا اس سے اظہارِ اختلاف کر کے آزاد شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کر سکتا ہے؟ وہاں کمیونزم سے اظہارِ اختلاف کرنے والوں کو مملکت کا باغی قرار دیا جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح ایک اسلامی ریاست میں ہر شخص کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے اور کسی بھی شخص کو دینِ اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب وہ ایک بار بلا جبر و اکراہ اور برضاء و رغبت اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے تو پھر اسے ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ دینِ اسلام سے بغاوت کر سکے، ایسے شخص کو اسلامی آئین کی رُو سے مرتد قرار دیا جائے گا۔

مقامِ حیرت ہے کہ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دینے کے باوجود اس میں ارتداد کی بھی اجازت دی جا رہی ہے؟ کیا اسلام کے ساتھ وفاداری سیاسی جماعتوں کے ساتھ وفاداریوں جتنی اہمیت نہیں رکھتی؟ کہ پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے تحت کوئی منتخب رکن اسمبلی پارٹی تبدیل کرنے کا مجاز نہیں۔

اگر ہم اپنی سیاسی مصلحتوں کی خاطر اس نوعیت کی پابندی عائد کر سکتے ہیں تو اسلام کے تحفظ و بقاء اور اس کی عظمت و اہمیت کی خاطر بھی اس طرح کی حدود و قیود عاید کی جا سکتی ہیں کہ ایک اسلامی ریاست میں کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی دینِ اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب (عیسائیت، یہودیت، ہندومت، سکھ، مرزائیت وغیرہ) قبول کرنے کی مذموم حرکت کرے گا تو وہ مملکتِ اسلامیہ کا باغی متصوّر ہوگا۔ اور باغیوں کی

(باقی صفحہ پر)



جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

دشمن کے مقابلہ میں کامیابی کا راز

ثابت قدمی ---- اور ---- ذکر اللہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (سورہ انفال ۸ آیت ۴۵)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب میدانِ جنگ میں دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ ہو۔ تو دو باتیں ان کے پیش نظر رہیں۔ کیونکہ جنگ میں کامیابی کا راز ان میں مضمر ہے۔ (۱) لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنا (۲) اور اللہ جل شانہٗ کو کثرت سے یاد کرنا۔ ذکر اللہ میں نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر جو کتاب و سنت کے مطابق ہو شامل ہے۔ ایک شخص جب اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو اس کا دل مضبوط ہوتا ہے اور جس قدر دل مضبوط ہو اسی قدر میدانِ جنگ میں وہ اپنی قوت و تدبیر سے بطریقِ احسن کام لے سکتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر دل مضبوط نہ ہو تو حواس پر قابو نہیں رہتا اور بدحواسی کا شکار ہو کر وہ شخص کوئی ایسا کام کر ڈالتا ہے جو نہ صرف اس کے لیے بلکہ پورے لشکر کے لیے پریشانی اور شکست کا باعث بن جاتا ہے نیز اللہ کے ذکر سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے ---- چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ؕ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (سورہ رعد، آیت ۲۸)

ترجمہ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ خبردار! اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

جب انسان کا دل مطمئن ہو جس کا واحد ذریعہ اللہ کی یاد ہے۔ تو پھر اس کے دل سے وحشت و گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ اور وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے پوری جانفشانی اور مکمل مستعدی کے ساتھ تگ و دو کرتا ہے۔ اور بے ہمتی و بزدلی کا شکار نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ چنانچہ اسی ہتھیار کی بدولت دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں پر انہوں نے فتح پائی اور روم و ایران جیسی عظیم اور طاقتور حکومتیں بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔

پس اللہ کی یاد سے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ دل کی مضبوطی اور اطمینان ---- یہی وہ دو چیزیں ہیں۔ جن کا ایک سپاہی میدانِ جنگ میں انتہائی محتاج ہوتا ہے اور جیسے ہی اسے حاصل ہو جائیں وہ کسی بڑی سے بڑی قوت کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور آپ کے ارشادات ذکر اللہ کی اہمیت کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔ چنانچہ متعدد احادیث میں آتا ہے کہ جب بھی کوئی پریشانی آتی خواہ میدانِ جنگ میں یا گھر پر آپ اللہ کی یاد کا حکم دیتے اور خود بھی یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ کبھی یہ یادِ الٰہی نماز کی صورت میں ہوتی اور کبھی دعا کی شکل میں اللہ کا ذکر کیا جاتا۔ سب سے پہلا حق و باطل کا معرکہ جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سپہ سالاری میں لڑا گیا اور جس میں باطل کو تمام مساوی اسباب اور عددی برتری حاصل ہونے کے باوجود شکست فاش ہوئی۔ اس میں بھی سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جنگ شروع کرنے سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر دعا کی جو کتب احادیث میں محفوظ ہے۔ اور اسی یادِ الٰہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ جل شانہٗ نے بے سروسامان ہونے کے باوجود مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ قرآن مجید میں جہاں مسلمانوں کی صفتِ جہاد کا ذکر کیا گیا ہے وہاں ان کی یہ خوبی بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ اس حال میں بھی خدا کی یاد کرتے ہیں اور ان کا کوئی لمحہ یادِ الٰہی سے خالی نہیں ہوتا۔ خواہ میدانِ جنگ میں ہی کیوں نہ برسرِپیکار ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم میں ذکر اللہ کا حکم کثرت سے وارد ہوا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝ (سورہ احزاب ۳۳ - آیت ۴۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔

اسی طرح مومنین کی متعدد صفات ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔ ان میں ذکر اللہ کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (سورہ احزاب ۳۳ - آیت ۳۵)

ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا گیا ہے۔

ذکر اللہ کی اہمیت کا اندازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتا ہے:۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسْئَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ۔ (ابن کثیر)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو۔ اور اللہ سے عافیت مانگو۔ لیکن جب ان سے مقابلہ کرو تو پھر ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کو یاد کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تلاوت قرآن اور ذکر بہت ہی پسندیدہ عمل ہیں۔ اور اسی لیے نماز اور جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ قتال کے وقت بھی ذکر کا حکم ہے جیسا کہ آیت کریمہ مذکورہ بالا سے واضح ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی یاد کی توفیق بخشیں۔ آمین

کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ اپنوں سے نفرت اور غیروں سے الفت میں ہم ممتاز ہیں۔ کونسی برائی اور بداخلاقی ہے؟ جس میں ہم شہرت نہیں رکھتے۔ جہالت و حماقت ہمارے عوام کی زندگی کی دو بنیادیں ہیں۔ جاہ پسندی اور دنیا طلبی ہمارے بعض علماء، صوفیا اور زعماء کا مقصد حیات آپس میں لڑنا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ کیا قرآن پر ایمان لانے والی اور سیرت رسول کی روشنی و ہدایت رکھنے والی امت کا یہ نقشہ ہوا کرتا ہے؟

اقوام عالم کی امامت

جس قوم کو اقوام عالم کی امامت و راہنمائی سپرد کی گئی تھی جب اس نے کفار و مشرکین کی امامت و راہنمائی قبول کر لی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن اتباع چھوڑ کر دوسرے ائمہ کفر و ضلالت کا دامن پکڑ لیا تو اس کو کیا حق ہے کہ وہ دنیا والوں سے کہے کہ اے دنیا کے تباہ حال انسانو! اسلام، قرآن اور محمد عربی کی طرف آؤ کہ زندگی، روشنی، حرارت، ہدایت اور امن و سکون یہیں ملے گا؟

پس قوم کے زوال اور انحطاط کا رونا نوحہ نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جو خود فریبی کے ہزاروں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ چھپانے سے کیا حاصل؟ اگر مسلمانوں کی موجودہ اسمی و رسمی مسلمانی و دینداری، بزرگی کو دور کر کے ان کو حقیقی مسلمان اور سچا متبع رسول بنانا چاہتے ہو۔ تو ان پردوں کو چاک ہونے دو۔ اس کی فکری و عملی ضلالت اور گمراہی کا رونا خوب روؤ اور اتنا کہ مسلمانوں کے تمام دعاوی آنسوؤں کے سیلاب میں بہ جائیں۔ سابقہ اشعار کا آخری بند یاد رکھو کہ مسلمانوں کا معاملہ بھی عجیب دردناک ہے۔ وہ اپنے ظاہر و باطن کو خدا کی بے شمار نعمتوں اور سرفرازیوں سے گھرا ہوا پاتے ہیں۔ اپنی دینی ترقی و تنظیم اور اخروی نجات کیلئے قرآن اور سیرت رسولؐ کی روشنی اور ہدایت رکھتے ہیں۔ پھر بھی اپنی زندگی کو اسلامی اصول و قوانین کے مطابق نہیں بناتے، سچے دل سے اتباع رسولؐ نہیں کرتے۔ ان کی ناسپاسی اور بدعملی کس قدر قابل ملامت ہے۔

عبدالرحمن لودھیانوی شیخوپورہ

اسوۂ رسول ﷺ اور عہد حاضر کے مسلمان

مسلمان دنیا میں کتاب و سنت لے کر اٹھے تھے۔ اور خیر الامم بن کر افق عالم پر چمکے تھے۔ اگر وہ مضبوطی کے ساتھ کتاب و سنت یعنی قرآن اور اسوۂ رسول اللہ کو پکڑے رہتے۔ تو دنیا میں نہ مادہ پرستی اور الحاد و دہریت کا طوفان اٹھتا اور نہ وہ خود ذلیل و خوار اور محکوم ہوتے مگر یہ خود مسلمانوں کی اور دنیا والوں کی انتہائی بدقسمتی اور محرومی ہے کہ دنیا میں قرآن و حدیث تو موجود ہے لیکن سچے مسلمان اور اسلام کی زندہ عملی تفسیر مسلمان موجود نہیں۔ جب صورت حال یہ ہے تو ہم غیر مسلموں کو کیونکر یقین دلا سکتے ہیں۔ کہ صرف آنحضرتؐ ہی انسانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں۔ اغیار و اجانب ہمارے اس دعوے کو سن کر کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر مسلمانوں کا واقعی یہی دین و ایمان ہے۔ اور ان کے پاس سیرت رسولؐ کی روشنی و ہدایت موجود ہے۔ تو خود انہوں نے اسوۂ رسولؐ سے کیا حاصل کیا۔ اور وہ کیوں دنیا کی قوموں میں ذلیل ہیں؟ اس کا جواب مسلمانوں کے پاس بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ شرم و ندامت سے گردن جھکا لیں اور صاف اقرار کر لیں کہ ہم نے واقعی ٹھیک ٹھیک اور پورے طور پر رسول اللہ کی تقلید و پیروی نہیں کی۔

اگر مسلمان اسوۂ رسولؐ پر عامل ہوتے تو نہ تو ان کے دل و دماغ بگڑتے نہ ہی اخلاق و عادات میں فساد و بگاڑ آتا۔ نہ فرقہ بندی، نفاق، شقاق اختلاف و نزاع اور تکفیر و تفسیق سے ملت واحدہ کے ٹکڑے ہوتے۔ نہ مسلمان نفس پرستی، اور قبر پرستی کا شکار ہوتے۔ نہ جہالت و حماقت ان کے گلے کا ہار ہوتی نہ تخت و تاج جاتا اور نہ مذہبی و سیاسی تعصب و عناد اور اختلاف و نزاع کی وہ قیامت برپا ہوتی جو آج عالم اسلام پر ٹوٹی ہوئی ہے۔ ع

خدا ہے ایک، نبی ایک، قرآن ایک
مگر نہیں ہے خیالات میں یہ امت ایک
نہ کام رحم ہے ان کو نہ کچھ محبت سے
غرض اگر ہے تو ہے باہمی عداوت سے
خدا کے دین کو فرقے سمجھ کر فرق کیا
جو اتحاد کی کشتی تھی اس کو غرق کیا

ہماری زندگی کی کوئی چیز ایسی نہیں جو اصول اسلام کے مطابق ہو۔ عقائد و افکار بھی بگڑے ہوئے ہیں۔ اول تو عبادات کی ہم پابندی اور بجا آوری نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں تو رسمی اور سطحی، روح عبادت مفقود ہے۔ جن چیزوں کو ہم عبادت اور دینداری کہتے ہیں۔ ان کو عبادت اور دینداری سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ نیز عبادتوں اور نیکیوں کو بھی شرک و بدعت اور اوہام و خرافات کا ملغوبہ بنا رکھا ہے۔ اخلاق میں بھی صفر ہیں۔ معاملات میں مکر و فریب دھوکہ، جھوٹ اور بددیانتی ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔ معاشرت میں بگڑے پڑے ہوئے ہیں اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کے دشمن اور غیروں کی تہذیب اور تمدن کے دلدادہ کفار و مشرکین کی محبت و وفاداری ان کی اندھی تقلید، ان کی خوشامد و چاپلوسی اور ان کی خدمت و اطاعت، ہماری زندگی

قرآن اور صاحبِ قرآن کا لایا ہوا انقلاب

نزولِ قرآن سے پہلے اقوامِ عالم کی فکر و نظر کے تمام گوشوں پر شرک غالب تھا۔ بڑے بڑے اربابِ حکمت و بصیرت، شرک اور توہم پرستی کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے۔ توحید کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ نہ سمجھئے کہ یہ شرک و توحید کا مسئلہ محض علم کلام کا مسئلہ ہے۔ بلکہ اس کا تعلق براہ راست زندگی کے اصول و بنیادی مباحث سے ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ ساری دنیا انسان کے لئے ہے۔ مگر انسان اس دنیا کے لئے نہیں۔ جب یہ انسان اشرف المخلوقات ہو کر اپنے ہاتھ کے تراشیدہ مصنوعات یا مظاہرِ فطرت کے سامنے جھک جائے۔ تو شرفِ انسانیت خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ ہے۔ شرک کا نتیجہ۔ توحید یہ ہے۔ کہ ایک خدا کا کُلّی طور پر ہو جائے۔ پھر خدا کا نائب بن کر اشیائے عالم سے استفادہ کرے۔

شرک تنزل و انحطاط کی بنیاد ہے اور توحید عروج ارتقا کی اساس، انسانوں کی زندگی ہے۔ یہ اساس جاتی رہی تھی اور عقائدِ انسانی پر شرک چھایا ہُوا تھا۔

یہ تو تھا عقائد کا حال، باقی رہا نظامِ حکومت کا معاملہ، سو نظامِ حکومت کو ملوکیت نے اپنے ہاتھ میں لے کر انسانوں کو اپنے شکنجہ میں کس رکھا تھا۔ اس کے خلاف ساری دنیا میں کہیں کوئی آواز بلند نہیں ہو سکتی تھی۔ کیسے ملوکیت نے تقدس کا لباس پہن لیا تھا۔ اور اُسے آسمانی حق تسلیم کیا جاتا تھا۔

انسانوں کی طبقاتی تقسیم نے انسانیت کے ٹکڑے اڑا رکھے تھے۔ ہر طرف ملک و وطن، شعوب و قبائل اور رنگ و زبان کے بُتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ اور احترامِ آدمیت کا خیال تک بھی نہ پایا جاتا تھا۔

معاشی نظامِ حکومت یہ تھا کہ اس پر سرمایہ داری کا اژدھا بیٹھا تھا جو کسی کمزور، غلام اور غریب طبقہ کو دولت کے نزدیک نہ آنے دیتا تھا۔ سرمایہ داری نے ملوکیت کی دوستی اور سرپرستی اختیار کر کے انسانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اس معاشی نظام اور آئینِ حیات کے خلاف کوئی انسان زبان پر حرفِ شکایت نہ لا سکتا تھا۔ اس کو مذہب خدا اور تقدیر کا نام لے کر عین فطرتِ انسانی سمجھ لیا گیا تھا۔ یہ تھا وہ ظلم و استبداد جس نے ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں دبا رکھا تھا۔

ان حالات میں جو شخص بھی اصلاح و انقلاب کے لئے اٹھتا۔ اسے بھی وہی کچھ ہونا چاہئے تھا۔ جو اس کے گرد و پیش کے انسان تھے۔ مگر حیرانی اور تعجب ہے۔ کہ تاریخ کی ایک کڑی اپنی سب کڑیوں سے الگ ہو گئی۔

نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کی کایا پلٹ دی

اگر عقل و بصیرت کی آنکھیں نہیں پھوٹ گئیں تو دنیا والے دیکھیں کہ ایسے زمانہ میں سرزمین عرب سے ایک مقدس انسان اٹھتا ہے۔ اور اس زمانے کے آئینِ حیات کے ایک گوشہ کے خلاف جسے اس زمانہ کی تہذیب و تمدن اور علم و دانش نے محض نادانی ہٹ دھرمی اور خود غرضی سے عین مطابقِ فطرت قرار دے رکھا تھا۔ عَلَم بغاوت بلند کر دیا۔ آئینِ حیات کی بنیادیں اکھیڑ کر رکھ دیں۔

اللہ کا آخری نبی اور دنیا کا نجات دہندہ وحی الٰہی کی روشنی و قوت لے کر اٹھا اور سب سے پہلے یہ اعلان کر دیا۔ کہ اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت و بندگی اختیار کرو۔ دنیا میں ظلم و فساد کی جڑ یہ ہے۔ کہ چالاک و مکّار اور طاقتور انسانوں نے بھولے بھالے اور کمزور انسانوں کو اپنی غلامی و اطاعت کی زنجیروں میں جکڑے رکھا ہے۔ اٹھو اور غلامی کی زنجیریں توڑ کر رکھ دو۔ اور خدائے واحد کی بندگی اختیار کرو۔ نظامِ حکومت کے متعلق اعلان کیا کہ یہ نظام جس کی بنیاد انسان کی حاکمیت اور قانون سازی پر ہے سارے فساد کی جڑ یہی ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکومت کا حق سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔ ملوکیت خدا کی زمین پر بدترین لعنت ہے۔ شرک اور توہم پرستی شرفِ انسانیت کو خاک میں ملانے والی چیز ہے۔ ذات پاک کی تقسیم غیر فطری اور ظالمانہ ہے۔ عزت و بزرگی کا معیار تقویٰ ہے۔ سرمایہ داری کا نظام طاغوتی قوتوں کا منبع ہے۔ اور جسدِ انسانیت کے لئے جذام ہے۔

اسلام اور انسانیت کا بول

نبی اکرمؐ ہی دنیا کے وہ سب سے بڑے انقلابی ہیں۔ جن کی دعوتِ حق نے تمام گمراہیوں، ضلالتوں، مظالم، مفاسد اور بد اخلاقیوں کو پیغامِ فنا سنا دیا۔ اور عالمِ اخوتِ انسانی کو قائم کر دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ آدمی کا صرف آدمی ہونا ہی واجب احترام ہے۔ اس لئے انسانوں کے اندر غلامی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ نیز آپؐ نے تمام قبائلی اور قومی عصبیتوں کو توڑ کر اس انقلاب کی بنیاد رکھی کہ تمام نوعِ انسانی اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہے۔ اس لئے تمام دنیا کے انسان ایک برادری ہیں۔ نسل، رنگ، زبان اور وطن کی بنا پر ان میں تفریق اور امتیاز پیدا کرنا غیر فطری تقسیم ہے۔ غرض یہ کہ آنحضرتؐ نے تمام غیر فطری آئین و دساتیر کے خلاف اعلان کر دیا۔ اور نوعِ انسانی کے سامنے ایک مکمل الٰہی، فطری اور عقلی دستورِ حیات رکھ دیا۔ یہ دنیا میں انسانیت کی فلاح و بہبود کا پہلا دن تھا

داعی حق و صداقت نے صرف اعلان ہی نہیں کیا بلکہ عملی طور پر یہ انقلابِ عظیم پیدا کر کے بھی دکھا دیا کہ صحیح مقامِ زندگی کیا ہے۔ اور انسانی فلاح و سعادت کا کونسا صحیح راستہ ہے۔ اب ہم کیوں نہ دعوٰے کریں کہ صرف آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی انسانوں کے لئے عالمگیر و دائمی اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

عہدِ حاضر کے مسلمانوں کا فرض

کاش مسلمان مفکرین اور مدبرین اٹھیں اور مغرب والوں کو قرآن ہاتھ میں لے کر بتلائیں کہ تم جس رُوحِ خالص کی طرف صدیوں کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اب آنا چاہتے ہو۔ تو اس کا کلام ہمارے پاس موجود ہے۔ اور ہم اس کے لانے والے کی سیرت بھی رکھتے ہیں۔ آؤ اسلام کی چوکھٹ پر سر رکھو۔ ہم تمہیں بتلاتے ہیں کہ مادہ اور رُوح میں موافقت کیسے پیدا کرنی چاہیئے۔ خود اسلام کے اصولوں پر عمل کر کے دکھاؤ۔ مارکس۔ سٹالن اور انگریزوں کے افکار و خیالات کی پیروی چھوڑ دینی چاہیئے۔ وطنی، قومی تحریکوں سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے۔

حقوقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از: پروفیسر حافظ عبد المجید، چکوال

بنی نوع انسان پر اللہ تبارک تعالیٰ کے ان گنت و لامحدود احسانات ہیں لیکن سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ اور سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور آپؐ کو سب نبیوں کا سردار اور خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ قرآنِ کریم نے آپ کی بعثت کو مومنوں پر بہت بڑا احسان قرار دیا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ (پ۴ ع ۸۔ آیت ۱۶۴)

"البتہ تحقیق اللہ تعالےٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب کہ ان میں انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔"

یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ تو اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کیے جائیں۔ ان حقوق میں سے چند ایک کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایمان سب سے بڑا اور سب سے بنیادی حق یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے۔ ایمان بالرسول کے بغیر نہ خداوندِ قدوس کی ذات صفات پر ایمان ممکن ہے، نہ فرشتوں کا اقرار ہو سکتا ہے۔ نہ آسمانی کتابوں کو مانا جا سکتا ہے۔ اور نہ آخرت پر ایمان ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم میں بار بار ایمان باللہ اور ایمان بالرسولؐ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ الخ (پ۵ ع ۱۷۔ آیت ۱۳۶)

"اے ایمان والو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔"

ایمان و اسلام کی پوری عمارت ایمان بالرسول پر کھڑی ہے۔

اطاعتِ رسولؐ ایمان کے بعد مومنوں پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حق یہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت کی جائے آپؐ کی فرمانبرداری کی جائے، آپؐ کی سنتوں پر عمل کیا جائے۔ آپؐ کے طریقوں کو رواج دیا جائے۔ آپؐ کے ہر قول و فعل کو حجت اور دلیل مانا جائے۔

قرآن کریم میں اطاعتِ رسولؐ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (پ۵ ع ۸۔ آیت ۸۰)

"اور جو رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

آپؐ کی زندگی ہر مومن کے لیے بہترین نمونہ ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (پ۲۱ ع ۱۹۔ آیت ۲۱)

"البتہ تحقیق تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔"

جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرے اس کو دوزخ کی بشارت ہے:

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (پ۵ ع ۱۴۔ آیت ۱۱۵)

"اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر واضح ہو چکی اور وہ مومنوں (یعنی اصحابِ رسولؐ) کی جماعت کے راستہ کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرے تو ہم اس کو پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا۔ اور ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔"

محبّتِ رسولؐ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر بے شمار احسانات ہیں۔ ان احسانات کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے ساتھ عشق و محبت کا تعلق پیدا کیا جائے۔ اور محبت بھی اس درجہ کی ہو کہ دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ آپؐ کی محبت ہو۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک اپنے باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، خاندان مال و دولت، تجارت، مکان اور دوسری سب چیزوں سے زیادہ اسے حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ محبت نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ۝ (پ۱۰ ع ۹۔ آیت ۲۴)

"آپؐ فرما دیجئے۔ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ و رسول سے اور جہاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو یہاں تک اللہ کا حکم آ جائے۔"

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں"۔

عظمتِ رسولؐ

نبیؐ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حقوق میں سے ایک بہت بڑا حق یہ ہے کہ آپؐ کی عظمت اور شان کو مانا جائے۔ آپؐ کے درجے اور مقام کو تسلیم کیا جائے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں یعنی آپؐ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ آپؐ تمام نبیوں کے سردار ہیں، آپؐ تمام بنی نوعِ انسان کے سردار ہیں، آپؐ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد آپؐ ہی کا درجہ اور مقام ہے۔

"بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"

آپؐ کی روح مبارک کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا۔ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک آپؐ کے روضہ مبارک کی خاک کا رتبہ عرشِ اعظم سے بھی بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ کمالات، سب سے زیادہ علم اور سب سے زیادہ معجزات آپؐ ہی کو عطا فرمائے ہیں۔

ادب واحترامِ رسولؐ

حضرت محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں سے آپؐ کا ادب و احترام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے سے منع فرمایا۔ آپ کے سامنے آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اور جس طرح کسی دوسرے شخص کو پکار کر بلایا جاتا ہے اس طرح حضورِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم کو) بلانے سے روکا گیا ہے۔ اور جو لوگ حضورؐ کو باہر سے بآواز بلند پکارتے ہیں ان کو بے عقل فرمایا گیا ہے۔ اور بارگاہِ نبوی کے یہ آداب اس قدر اہم ہیں کہ اگر ان پر عمل در آمد نہ کیا جائے تو اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پ ۲۶ سورہ الحجرات۔ آیت ۲)

"اے ایمان والو! اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کیا کرو۔ اور آپؐ کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات نہ کیا کرو۔ جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز سے بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو"۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (پ ۲۶ سورہ الحجرات آیت ۴)

"بے شک جو لوگ آپ کو دیوار کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے"۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ (پ ۱۸ ع ۱۵۔ آیت ۶۳)

"رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پکارنے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بناؤ۔ جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو"۔

ادب و احترام مصطفوی میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کے ارشادات پر اعتراض اور شک و شبہ نہ کیا جائے

نصرتِ رسولؐ

نصرت کا مطلب ہے مدد کرنا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور مدد یہ ہے کہ آپؐ کے دین اور آپ کی تعلیمات و ارشادات کو دنیا میں پھیلایا جائے اور اس کے لیے ہر ممکن سعی و کوشش کی جائے اور جان اور مال کی قربانی کی جائے۔ خود اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا حکم فرمایا ہے:۔

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ (پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۹)

"تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم و توقیر کرو"۔

محبتِ اصحابِ رسولؐ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ کے اصحابؓ کے ساتھ محبت و عقیدت اور تعظیم و توقیر کا تعلق قائم رکھا جائے۔ کیوں کہ جس طرح آپؐ اعلیٰ شان والے ہیں اسی طرح آپؐ کے ہاتھ پر ایمان لانے والوں کی شان بھی بلند ہے۔ آپؐ کا ہر ایک صحابی بلند شان والا ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی رضا و خوشنودی کی سند عطا فرمائی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ ۔۔۔ (پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۱۸)

"البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا ان مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپؐ سے بیعت کر رہے تھے"۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔

"میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی تم پیروی کروگے ہدایت پاؤگے"۔

نیز ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلٰی جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَ لِیْ مِنْھُمْ اَرْبَعَۃً اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا فَجَعَلَھُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَاَصْحَابِیْ کُلُّھُمْ خَیْرٌ ۝ (مدارج النبوۃ)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ و مرسلین کے بعد میرے صحابہؓ کو سارے جہان والوں پر برگزیدگی عطا فرمائی۔ اور ان میں سے میرے لیے چار کو منتخب کیا یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ پھر ان چاروں کو میرے صحابہ میں افضل کیا حالانکہ میرے تمام صحابہ صاحب فضیلت اور صاحب خیر ہیں"۔

عقیدہ ازواجِ رسولؐ

جس طرح حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند ہے اسی طرح آپؐ کی ازواجِ مطہرات کا درجہ اور مقام بھی بہت بلند ہے۔ قرآنِ کریم نے ازواجِ رسولؐ کو مومنوں کی ماں کا خطاب کیا ہے۔

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (احزاب)

"اور آپؐ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔"

اور قرآن کریم نے ازواجِ رسولؐ کی پاکبازی اور طہارت قلبی کی گواہی دی ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (۳۳ ع ۱-آیت ۳۳ ۵ پ ۲۲)

"اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے۔ اور تمہیں خوب پاک ستھرا کر دے۔"

محبت آلِ رسولؐ

مذکورہ بالا آیت کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اہل بیت سے مراد ازواجِ رسول ہیں۔ اس آیت میں ازواجِ رسول کی اس قدر فضیلت وارد ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بھی اس فضیلت کا حقدار بنانے کے لیے دعا فرمائی کہ ان چاروں کو ایک چادر اوڑھا کر فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْلُ بَیْتِیْ۔ "اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت ہیں۔"

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی عزت کرنا اور ان کے ساتھ محبت رکھنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں سے ہے۔ آپؐ نے حسنؓ و حسینؓ کو جنت کے نوجوانوں کا سردار فرمایا۔ اور فرمایا "اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور جو انہیں محبوب رکھے اسے بھی محبوب رکھتا ہوں" نیز آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

درود وسلام

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنا بھی آپ کا حق ہے۔ اور اس کا خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے آپؐ پر درود شریف بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود پڑھو اور سلام بھیجو۔ اور آپؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود شریف پڑھنے والا ہو۔

ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کریں، اپنی زندگی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری میں گزاریں۔ اور آپؐ کے ہر حکم کی تعمیل کریں اور آپؐ کے کسی فرمان پر شکوہ و شکایت نہ کریں۔

شکوہ سنج سختیٔ آئین مشو
از حدودِ مصطفےٰؐ بیروں مشو
(اقبالؒ)

مسلمان کی تعریف پر تمام علماء کا اتفاق ہے

عبوری آئین پر رائے شماری سے کچھ دیر قبل قومی اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت العلماء اسلام کے ممتاز راہنما مولانا عبدالحق ایم این اے آف اکوڑہ خٹک نے آئین کے بنیادی اصولوں پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس معزز ایوان پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک اللہ کی طرف سے جو حاکم اعلیٰ اور حاکمیت کا سرچشمہ ہے، دوم مخلوق کی طرف سے کہ آپ پر انہوں نے اس لیے اعتماد کیا ہے کہ ان کو تکالیف، مظالم اور مصائب سے نکالیں۔ اب اللہ ہمیں یہاں بٹھا کر آزما رہا ہے کہ میرے بندے دو سو برس کی غلامی کے بعد آزاد ہو کر میری بندگی اور شکرگزاری کا کیا حق ادا کرتے ہیں۔ جب اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کا ہے تو ہمارا کام صرف اس کے احکام کی تنفیذ ہے نہ کہ اس میں تحریف تبدیلی اور گریز۔ مولانا نے فرمایا کہ جہاں آئین میں صدر کا مسلمان ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ وہاں مسلمان کی تعریف بھی نہایت ضروری ہے۔ مگر اب کہا جا رہا ہے کہ اس کی تعریف ہو ہی نہیں سکتی تو یہ ایک مہمل اور بے معنی لفظ رہ جائے گا۔ اور دنیا کے کروڑوں مسلمان ایک مہمل لفظ کے مصداق ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ مسلمان وہ ہے جو کتاب و سنت اور ضروریاتِ دین کو ان تشریحات کے ساتھ قبول کرتا ہو۔ جو حضورؐ سے لے کر خیرالقرون میں اور پھر اب تک سمجھے جا رہے ہیں۔ مثلاً نماز اور زکوٰۃ کو من مانے مفہوم پہنانے والے کو مسلم نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ حضورؐ کو آخری نبی سمجھیں بایں معنی کہ حضورؐ کے بعد کسی شخص کو نہ ظلی نہ بروزی نہ مستقل یعنی کسی قسم کی نبوت نہیں مل سکتی۔ اور ایسا دعوے کرنے والا کافر ہے۔ اگر شعائرِ اسلامی کے منافی کوئی نشانی بھی پائی جائے۔ تو اس شخص کو بھی مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ نیز تمام ضروریات دین کی صحیح معنوں میں تصدیق کرے۔ اس معزز ایوان کو اللہ نے بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے اور آج ہم اس میں کامیاب ہو کر ملک کو نجات دے سکتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مسلمان کی تعریف پر علماء کا اتفاق نہیں ہو سکتا تو یہ محض ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ اس ایوان میں موجود مختلف مکاتبِ فکر کے تمام علماء مسلمان کی تعریف پر متفق ہیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی

قومی اسمبلی کے رکن اور جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی کی طرف سے اٹھائے گئے سوال کہ مسلمان کی تعریف پر علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ کا جواب دیتے ہوئے نہایت مدلل انداز میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مختلف احادیث میں خود رسول اللہؐ نے مسلمان کی تعریف کر دی ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے وہ مسلمان ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص توحید و رسالت کا انکار کرے گا۔ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ تمام دنیا کے مسلمان اس تعریفِ مسلم پر متفق ہیں سوائے مرزائی جماعت کے۔

★

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی کا ایک دلکش آئینہ

نمازِ تہجد کی عظمت و فضیلت

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۝ اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۝

ان آیتوں میں حق تعالےٰ نے بہت سی ضروری باتیں دین کی بیان فرمائی ہیں۔ شروع کیا ہے حق تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے اور مخاطب فرمایا ہے ایسے پاکیزہ کلمہ کے ساتھ کہ اگرچہ وہ ایک ہی کلمہ ہے لیکن اس سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی پر پوری روشنی پڑتی ہے۔ فرمایا۔ یا یہا المزمل۔ اے کمبل کے اوڑھنے والے! اس خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری معاشرت اور طرز زندگی پر روشنی پڑ گئی۔ معلوم ہو گیا کہ آپ کی زندگی نہایت سادہ اور فقیرانہ تھی شاہانہ اور متکبرانہ نہ تھی۔ کسی نے کہا اور بالکل سچ کہا ہے ؎

اوڑھتا کمبل تھا مرا بادشاہ
جس کو نہ تھی دولت دنیا کی چاہ

نفیس نفیس کپڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تیار ہوتے تھے بلکہ عرب ہی میں موجود تھے۔ ایک بار کوئی صحابیؓ ایک ریشمی کپڑا بطور تحفہ لائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو استعمال نہیں فرمایا۔ قیصر و کسریٰ کے واقعات اور عیش و عشرت کے حالات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک تک پہنچتے تھے۔ مگر آپؐ نے نہایت حقارت سے ان کو رد کر دیا۔ ہمیشہ مسکینی کو پسند فرمایا۔ اسی کے موافق حق تعالےٰ نے یا یہا المزمل سے خطاب فرمایا۔ مگر شان یہ تھی کہ بڑے بڑے جاہ و جبروت والے بادشاہ اس پر فخر کرتے تھے کہ ہم غلاموں میں شمار ہو جائیں۔ اس کلمہ مبارک کے ساتھ خطاب فرما کر حق تعالےٰ نے حکم دیا ہے نمازِ تہجد کا اور نمازِ تہجد کی تاثیر و خاصیت بیان فرمائی ہے۔ تیسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے ساتھ کیا شغف تھا اور نماز کے آپؐ کس درجہ حریص تھے۔

نماز کی حقیقت چوتھی چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ نماز کی حقیقت کیا ہے۔ نماز کی وہ حقیقت بیان فرمائی ہے جس کے بغیر نماز جسم بے جان ہے۔ یہاں چار چیزیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ چار ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ باتیں اس کے اندر موجود ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ چار ہی چیزیں ہیں صحیح نہیں۔ قرآن شریف کے معانی کے متعلق حصر کے ساتھ کہنا کہ اتنی ہی باتیں ہیں صحیح نہیں۔ نہ جانے کتنی باتیں ہیں جن کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔

عود الی المقصد خطاب ہے اے کمبل اوڑھنے والے! رات کو اٹھئے، مگر ہاں تھوڑی رات آرام کے لیے بھی رکھئے کیونکہ ہم نے انسان کے جسم کو ایسا بنایا ہے جس کو سونے اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے پوری رات عبادت کرنے کی اجازت نہ دی، تھوڑی دیر آرام بھی کیجئے۔ تھوڑی رات سے کتنا وقت مراد ہے۔ دس منٹ بیس منٹ کو بھی تھوڑی دیر کہہ سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ مشقت گوارا نہ ہوئی اور فرما دیا نصفہ او نقص منہ قلیلاً او زد علیہ آدھی رات بھی فرما کر نہیں رہنے دیا۔ آدھی رات کی قید لگا دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی مشقت میں پڑ جاتے آپ کو اسی درجہ اہتمام تھا۔ فرمانبرداری اس بات کا مقتضی ہوتی کہ پوری آدھی رات ہو نہ کم نہ زیادہ۔ اس لیے فرما دیا۔ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کہ اگر آدھی رات سے گھٹ بڑھ جائے تو کوئی گرفت نہیں خواہ آدھی رات کا ہونا ضروری نہیں اور کس طرح عبادت کیجئے ورتل القرآن ترتیلا اور پڑھئے قرآن خوب تدبر کے ساتھ نماز میں قرآن ہی اصل چیز ہے جس کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا اور اس کی تاثیر اور خاصیت کے لیے فرماتے ہیں کہ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا اور ہم بتحقیق آپ کے اوپر اے نبیؐ بھاری بات ڈالنے والے ہیں۔

ثقیل کے معنی و مفہوم اب بھاری بات کے دو معنی ہیں ایک معنی یہ کہ پابندی اور شدید مشقت میں ڈالیں گے دوسرے معنی یہ کہ وزنی اور قیمتی چیز دیں گے۔ دوسرے معنوں کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انی تارک فیکم الثقلین میں تمہارے اندر دو بڑی قدر قیمت والی

باتیں چھوڑتا ہوں ۔ دوسرا بھی مطلب مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر فرمایا کہ بہ تحقیق ہم آپ کے اوپر ایسی بھی قدر و قیمت والی بات ڈالنے والے ہیں ۔ پہلے معنی مناسب نہیں ہیں ۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پابندی و مشقت میں تکلیف نہیں تھی ۔ یہ تو آپ کے لیے اور بھی راحت کی چیز تھی ۔ چنانچہ اللہ تعالے نے آپ کو اکثر عبادت سے روکا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ ایمانداروں کے لیے بھی یہ کوئی مشقت اور تکلیف کی چیز نہیں ۔ چنانچہ فرمایا حق تعالے نے فانها لکبیرة الا علی الخشعین الذین انهم ملقوا ربهم اور بہ تحقیق نماز بھاری چیز ہے مگر ان لوگوں کے لیے بھاری نہیں جو اپنے رب کی ملاقات کا یقین رکھتے ہیں یعنی روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ان کو تو نماز کا چھوڑنا دشوار ہے بجائے اس کے بھاری ہونے کے ۔ تو وہ قیمتی اور نفیس کون سی چیز ہے ۔

نماز تہجد کی تاثیر و خاصیت

انّ ناشئة الیل ھی اشدّ وطأً و اقوم قیلا ۔ اب یہ نماز تہجد کی تاثیر و خاصیت بیان ہو رہی ہے کہ اگر اس پر غور کیا جائے گا تو اس سے غفلت نہیں ہو سکتی ۔ نماز تہجد کے متعلق اتنا سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اس سنت کو سب ہی سمجھتے ہیں ۔ شاید مؤکدہ ہونا نہ سنا ہو تو میں سنائے دیتا ہوں کہ درمختار جو فقہ حنفی کی بہت معتبر کتاب ہے اس میں صراحتاً موجود ہے کہ اگر کوئی شخص نماز تہجد کے ترک کا عادی ہو جائے کہ کبھی پڑھتا ہی نہ ہو تو وہ مردود الشہادۃ ہے قاضی کے سامنے جائے گا تو قاضی اس کی شہادت کو معتبر نہ سمجھے گا ۔ تو دیکھیے ترک کا عادی ہونا کس قدر سخت جرم ہے اور جو لوگ ترک تہجد کے عادی ہیں ان کا کیا حال ہے ؟ اصل میں تو تہجد یہی ہے کہ سو کر اٹھا جائے ۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اگر کسی کو کسی درجہ میں میسر ہو جائے یعنی نماز عشاء کے بعد ہی تہجد کی نیت سے پڑھ لی جائے ۔ جب بھی فقہاء اس کو کافی لکھتے ہیں ۔ فقہ کی کتابوں میں اس کو بھی بتایا گیا ہے ۔

تہجد کی رکعتیں چار پڑھے ، چھ پڑھے ، آٹھ پڑھے سب جائز ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر آٹھ ہی پڑھی ہیں ۔ خاصیت کیا ہے ؟ انّ ناشئة الیل ھی اشدّ وطأً و اقوم قیلا ۔ بہ تحقیق رات کا اٹھنا سخت ہے نفس کے کچل دینے میں یعنی اس سے نفس سیدھا ہو جاتا ہے ۔ اس سے نفس کی حکومت باقی نہیں رہتی بلکہ نفس مغلوب ہو جاتا ہے ۔ جو تہجد کے لیے اٹھے گا اس کا نفس اس پر حاکم نہ رہے گا اس کے خلاف مرضی نہ کر سکے گا ۔ اور دوسری چیز یہ کہ اقوم قیلا زبان اس کی درست ہو جائے گی قول اس کا درست ہو جائے گا ۔ کوئی بات خلاف مرضی نہ نکلا کرے گی ۔

زبان اور شرمگاہ کے تحفظ کا حکم

ان دو چیزوں کا بڑا ہونا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کون ہے جو وعدہ کرے مجھ سے دو چیزوں کا میں اس کے لیے ضمانت کرتا ہوں جنت کی وہ دو چیزیں زبان اور شرمگاہ ہیں ۔ جو ان دو چیزوں کی حفاظت کرے اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ انّ لک فی النهار سبحا طویلا ۔ وہاں نماز تہجد کے متعلق بیان فرمایا تھا ۔ اب فرماتے ہیں کہ دن میں آپ کو بڑے بڑے کام ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں عبادت کر کے سیری نہ ہوتی تھی اور جی چاہا کرتا تھا کہ دن کو بھی نماز میں گزار دیں اور اگر دن میں کثرتِ عبادت سے روکا نہ جاتا تو آپ دن بھی اس طرح گزار دیتے اس لیے روکا جاتا ہے کہ انّ لک فی النهار سبحا طویلا کہ آپ کو دن میں بڑے بڑے کام در پیش ہیں ۔ سارے عالم کی ہدایت آپ سے متعلق ہے وہ کب ہوگی یہ کام کب کیجئے گا وہ بھی تو کرنا ہے ۔ اس لیے فرما دیا و سبحه لیلا طویلا ۔ کہ اتنی بڑی راتیں ہیں ان میں آپ نمازیں پڑھئے ، اتنی لمبی لمبی راتیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوٹی ہی معلوم ہوتی تھیں ۔

مجلس نیاز کی باتیں

اس کا اندازہ تو دنیا میں کیا کیجئے کہ محبوب سے ملاقات کی رات جس کو شعرا شب الیل کہتے ہیں چاہے کتنی طویل ہو چھوٹی معلوم ہوتی ہے ۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کیوں نہ ہو اور ان میں بھی کثرت عبادت کا حرص کیونکر نہ ہو ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جعلت قرة عینی فی الصلوة ۔ نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت قلبی ہے اتنی راحت و لذت کی چیز ضرور ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جی ضرور چاہتا تھا کہ دن میں بھی نماز ہی پڑھتے رہیں لیکن انّ لک فی النهار سبحا طویلا سنا کر بتایا جاتا ہے کہ آپ کے اور بھی تو کام آگے ارشاد ہیں ۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیه تبتیلا اور یاد کیجئے اپنے پروردگار کا نام اور کٹ جائیے اس کی طرف پورے طور سے ۔ واقعی بغیر اس حقیقت کے نماز ایک جسم بے جان ہے ۔ جب تکبیر تحریمہ کہیے تمام ماسوا سے کٹ کے ایک اللہ کے ہو جائیں ، سب کچھ فراموش کر دیجئے ۔ کسی کا خیال اور کسی کا دھیان دل میں نہ ہو ۔ ایک مسافر جنگل میں جا رہا ہے یکایک ایک جھاڑی سے ایک شیر نکل آتا ہے ، اس کو دیکھتے ہی مسافر کو اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اس شیر کی طرف ، حق تعالے کا نام پاک سنتے ہی ایسی توجہ تو ہو جائے ۔ یہی حقیقت نماز کی ہے اگر سارے ارکان نماز میں یہ حالت پیدا نہ ہو تو کسی ایک جزء میں سہی ۔ رکوع میں یہ حالت ہو جائے ، سجدہ میں یا قیام و قعود میں کہ ماسوا سے بالکل تعلق منقطع ہو

اسلام میں اولاد کے حقوق و فرائض

اور ــــ تعلیم و تربیت کی اہمیت

پروفیسر قاری فیوض الرحمٰن ایم اے ـــــــ (آخری قسط)

والدین پر ذمہ داری

اس حدیث میں صراحت ہے کہ بلوغ کے بعد بچوں اور بچیوں کے نکاح میں دیر نہ کی جائے۔ کیونکہ اگر بلوغ کے بعد تاخیر سے کام لیا گیا اور خدانخواستہ ان ناتجربہ کاروں سے کوئی غلطی ہو گئی تو اس کی ساری ذمہ داری والدین بالخصوص باپ پر ہے۔

دیر سے شادی پر غلط بحث

حیرت ہے کہ کچھ مسلمان بھی یہ نظریہ پھیلانے کا گناہ اپنے سر لے رہے ہیں کہ شادی بالغ ہونے کے فوراً بعد نہ کی جائے۔ بلکہ بلوغ کے پانچ دس سال کے بعد کی جائے اور اس کے غلط فوائد پر بحث مباحثہ تک کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے، زمین اوپر جا سکتی ہے۔ آسمان نیچے آ سکتی ہے، لیکن اللہ کے رسولؐ کی بات اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتی۔ اور نہ بدل سکتی ہے اور ان سے زیادہ اللہ کی باتوں کو جاننے والا کون ہے کہ وہ ان کی تشریحات پر اپنی تشریحات کو ترجیح دے یا اس پر فضول بحث کرنے لگے۔ اس سے تو ایمان کے چھن جانے کا خطرہ ہے۔

کون انکار کر سکتا ہے کہ جس خاندان یا خطہ میں بلوغ کے بعد تاخیر سے شادی کا رواج ہے اس میں برائیوں نے جڑ نہیں پکڑ لی ہے۔ اور مزہ یہ ہے کہ یہ برائیاں مختلف قسم کی ہیں اور سب کی سب مہلک ہیں جن سے اخلاق اور صحت پر انتہائی تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں بلوغ کے بعد شادی میں تاخیر سے آوارگی پیدا ہوتی ہے اور بالآخر یہ آوارگی زنا تک پہنچا دیتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"مادۂ تولید کی پیداوار میں جب زیادتی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا بخار دماغ کی طرف چڑھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت عورتوں کو دیکھنا آدمی کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور ان کی محبت دلوں میں جگہ بنانے لگتی ہے۔ اس بخار کا حصہ شرمگاہ کی طرف بھی آتا ہے جس کی وجہ سے تقاضے میں شدت پیدا ہوتی ہے اور مقاربت کی قوت ابھرتی ہے اور یہ عموماً نوجوانی کے دور میں ہوتا ہے اور شادی نہ ہونے کی صورت میں بالآخر یہ چیز زنا تک کے لیے ابھارتی ہے۔ اس کے اخلاق گندے ہونے شروع ہوتے ہیں اور ایک دن شہوت اسے بڑے خطروں میں ڈال دیتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲)

علامہ نوویؒ اپنی کتاب شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں :-

"وَ رُبَمَا غَلَبَتْ عَلَى الرَّجُلِ شَهْوَتُهُ فَيَتَضَرَّرُ بِالتَّاخِيرِ فِيْ بَدَنِهٖ اَوْ فِيْ قَلْبِهٖ اَوْ فِيْ بَصَرِهٖ"۔

مرد پر بسا اوقات جنسی میلان کا تقاضا مستولی ہو جاتا ہے۔ اگر اس تقاضے کی تکمیل میں تاخیر سے کام لیا جائے گا تو نقصان بدن کو بھی پہنچتا ہے اور دل کو بھی اور بینائی کو بھی۔

الغرض شریعت مطہرہ کا نکاح کے بارے میں مذکورہ تاکیدی حکم مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔

انسان کی سرشت میں جنسی میلان رکھا گیا ہے۔ بلوغ کے بعد اس میلان کے آثار کا ظہور شروع ہو جاتا ہے اور بتدریج شدت پذیر ہوتے ہوئے، تقاضے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی احساس کو اپنے اوپر غالب و مستولی پاتا ہے۔ دل اور عقل میں جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ طبیعت حدود کی پروا کیے بغیر ابھارتی ہے کہ خواہش پوری ہو خواہ جس ذریعہ سے بھی ہو۔ عقل خواہش پر لگام لگاتی ہے۔ الغرض طبیعت اور عقل کی اس کش مکش میں کبھی عقل کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی طبیعت ہی عقل کو دبا دیتی ہے۔ غیر ازدواجی زندگی کے زمانہ خصوصاً ایام شباب میں یہی کش مکش ہے جس سے گزرنے والے گزرتے ہیں۔

مگر انسان جب شادی کر لے اور جائز راستہ حصول خواہش کے لیے پیدا ہو جائے تو پھر وہ اس خود آفریدہ کش مکش سے نجات پا جاتا ہے۔ اور فضول خیالات کی ادھیڑ بن سے محفوظ ہو کر وقت کو صحیح مصارف میں صرف کرنے کا موقع خود بخود مل جاتا ہے۔ طمانیت اور یکسوئی میسر آتی ہے اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جو کام یکسوئی اور دل کے پورے اطمینان کے ساتھ انجام پائے گا وہی نتیجہ خیز ہو گا۔ (اسلام کا نظام عفت و عصمت صفحہ ۱)

شادی میں شادی والوں کے ذوق کی رعایت

"پھر شادی میں حتی الوسع جانبین کے جائز ذوق کا لحاظ ضروری ہے اس سلسلہ میں زور زبردستی ہرگز مفید نہیں ہے بلکہ بسا اوقات سخت مضر ثابت ہوتی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان یکسو ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل و دماغ کو سکون مل جاتا ہے"۔ (اسلام کا نظام تربیت صفحہ ۱)

اہم نکات

پورے مضمون میں جو کچھ شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے اگر آپ چند ساعتوں میں اس کے اہم نکات یا خلاصہ معلوم کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل چند سطور کا مطالعہ بھی فرما لیجئے۔

بچوں یا بچیوں کی پیدائش پر ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا، ساتویں دن

ہم ان کے ناموں کی تعیین کر لینا اور اچھے نام رکھنا، گنجایش ہو تو لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو بکریاں یا مینڈھے اور لڑکی کی طرف سے ایک کا ذبح کرنا، ان کے وہ بال اتروانا جو وہ ماں کے پیٹ سے لے کر آئے ہیں اور ان کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا، لڑکا ہو تو ختنہ کروانا، ان کی صحیح پرورش کا اہتمام کرنا، بولنے پر سب سے پہلے اللہ کا نام سکھانا، پھر ساتھ ساتھ بتدریج دینی تربیت کا پورا خیال رکھنا، سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی ترغیب دلانا اور دس سال کی عمر میں اگر وہ نماز نہ پڑھتے ہوں تو مار کر نماز پڑھانا، اور اس کے بعد انہیں الگ الگ بستروں پر سلانا، اولاد کی عزت و تکریم کرنا، ان کی دینی و مذہبی تعلیم کا صحیح اور مکمل انتظام کرنا تاکہ ان کی دنیا کے ساتھ ان کی آخرت بھی سنور جاتے، انہیں آداب سکھانا، لڑکے اور لڑکیوں میں امتیاز نہ برتنا اور ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرنا۔ خصوصاً لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، انہیں بلا و مصیبت نہ سمجھنا، ان کی دنیا و آخرت کے سنوارنے کے لیے اللہ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگنا، بلوغ کے فوراً بعد مناسب جگہوں پر ان کی شادی کروانا تاکہ وہ ناسمجھی میں کسی بُرے اور غلط کام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں، شادی کے سلسلہ میں ان کے جائز ذوق کا خیال رکھنا، اور اپنی زندگی میں اگر ان کا آخری وقت آ جائے تو اسی کلمہ کی انہیں تلقین کرنا جو ان کی پیدائش کے موقعہ پر ان کے کانوں کے ذریعہ ان کے دل و دماغ تک پہنچایا گیا تھا اور بولنے کے وقت سب سے پہلے جس کلمہ کی تعلیم دی گئی تھی۔

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے، ہمیں اور ہماری اولادوں کو اسلام کی حالت پر زندہ رکھے اور اسی پر ہم سب کا خاتمہ فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عبوری آئین

گذشتہ سے پیوستہ

(ب) کسی شہری کو ایسے کسی تعلیمی ادارے میں نسل مذہب ذات یا مقام پیدائش کی بنیاد پر داخل کرنے سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو سرکاری مالی امداد حاصل کر رہا ہو۔

(ج) ہر مذہبی فرقہ اور طبقہ کو اپنی مرضی کے مطابق تعلیمی ادارے قائم کرنے اور انہیں چلانے کا حق ہو گا۔ حکومت کو صرف اس بنیاد پر اس تعلیمی ادارے کو تسلیم کرنے سے انکار کا حق نہیں ہو گا کہ وہ اس مخصوص فرقہ یا طبقہ کے زیرِ اہتمام چلایا جاتا ہے۔

۴۔ اس دفعہ کے ذریعہ کسی سرکاری افسر کو کسی تعلیمی یا سماجی سطح پر پسماندہ طبقہ کے شہریوں کی ترقی کے لئے سہولتیں مہیا کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

(۲۰) مفاد عامہ کے تحت قانون کی رُو سے عائد کی جانے والی کسی معقول مخالفت کے سوا ہر شہری کو جائداد خریدنے قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کی اجازت ہو گی۔

(۲۱) (۱) کسی شخص کو اس کی جائداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ قانون اس کی اجازت نہ دے۔

(۲) کسی جائداد کو پبلک مقصد کے سوا زبردستی تحویل میں نہیں لیا جائے گا۔ اور اس قانون کے اختیار کے بغیر لازمی طور پر تحویل میں نہیں لیا جائے گا۔ جس کے تحت اس کے معاوضے کی ادائیگی کی دفعات ہوں یا معاوضہ کی رقم متعین کرنا ہو یا ان اصولوں اور طریقے کا تعین کرنا ہو جن کے ذریعے معاوضہ طے کیا جائے اور دیا جائے۔

۳۔ اس دفعہ کے تحت مندرجہ ذیل کے جائز ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(ا) کوئی ایسا قانون جو کسی ایسی جائداد کے لازمی طور پر قبضہ میں لینے سے متعلق ہو۔ جو زندگی جائداد یا صحت عامہ کے تحفظ کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

(ب) کوئی ایسا قانون جو متروکہ جائداد یا دشمن کی جائداد کو یا ایسی جائداد کو جو متروکہ یا دشمن کی سمجھی جاتی ہے۔ کو حاصل کرنے اس کا انتظام کرنے یا اس کو فروخت کرنے کے لئے بنایا گیا ہے یا

(ج) کوئی ایسا قانون جو کسی جائداد کو اس کے مالک کے فائدہ کے لئے محدود مدت تک انتظام سنبھالنے کے لئے حکومت کی تحویل میں لینے کی خاطر نافذ کیا گیا ہے یا

(د) کوئی ایسا قانون جو کسی جائداد یا پیداوار کے ذریعہ کو مندرجہ ذیل مقاصد کے تحت تحویل میں لینے کے لئے نافذ کیا گیا ہے۔

(۱) تمام لوگوں یا کسی مخصوص طبقہ کے شہریوں کو مفت تعلیم اور مفت طبی امداد فراہم کرنے کے لئے۔

(۲) تمام یا کسی مخصوص طبقہ کے شہریوں کو رہائش کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے یا

(۳) ایسے افراد کو گزر بسر کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے جو بے روزگاری علالت غربت یا پیرانہ سالی کی وجہ سے خود اپنا انتظام کرنے کے قابل نہ ہوں۔

۵۔ کوئی بھی موجودہ قانون۔

۴۔ شق ۲ یا شق ۳ میں صراحت کردہ یا اس کے تحت مقرر کردہ قانون کے تحت معاوضہ کو ناکافی قرار دینے کے لئے کسی عدالت سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔

۵۔ شق ۲ اور ۳ میں جائداد سے مراد غیر منقولہ جائداد یا کوئی تجارتی یا صنعتی ادارہ یا ایسے کسی ادارہ میں کوئی مفاد ہے۔

شہریوں کی مساوات

۲۲۔ (۱) تمام شہری قانون کے نزدیک برابر ہیں اور قانون کے مساوی تحفظ کے مستحق ہیں۔

(۲) محض جنس کی بنیاد پہ کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔

(۳) اس دفعہ میں کوئی چیز خواتین کے لئے مملکت کے خصوصی قانون بنانے میں مانع نہیں ہو گی۔

۲۳۔ صرف مذہبی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والے مقامات کے سوا عوامی تفریح کے استعمال کے سلسلہ میں کسی شہری کے ساتھ اس کی نسل مذہب ذات، جنس یا مقام پیدائش کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جا سکتا۔ لیکن خواتین کے لئے خصوصی انتظام میں کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی۔

۲۴۔ (۱) کسی شہری کے ساتھ اگر وہ پاکستان کی کسی ملازمت میں تقرری کا اہل ہے تو ملازمت پر تقرری کے لیے صرف نسل، مذہب، ذات، جنس، رہائش یا مقام پیدائش کی بنیاد پر امتیاز

نہیں برتا جا سکتا۔ لیکن یہ گنجائش رکھی گئی ہے۔ کہ یوم آغاز سے دس برس کی مدت تک کسی طبقہ یا علاقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو حکومت پاکستان کی ملازمتوں میں مناسب نمائندگی دینے کے لئے عہدے محفوظ کئے جائیں گے۔ اور ان ملازمتوں کے مفاد میں مخصوص عہدے اور ملازمتیں دونوں میں سے کسی جنس کے افراد کے لیے محفوظ کی جائیں گی۔

(۲) مزید اس شرط کے ساتھ کہ مذکورہ سروس کے مفاد میں مخصوص عہدوں اور سروسوں کو دونوں جنسوں کے افراد کے لئے مختص کیا جائے۔ بشرطیکہ ایسے عہدوں اور سروسوں میں فرائض کی ادائیگی ایسی ہو جو معقول طور پر دیگر جنس کے افراد انجام نہ دے سکیں۔

(۲۵) شہریوں کے کسی بھی طبقہ کو جو ممیز زبان رسم الخط یا ثقافت رکھتا ہے اسے محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہو گا۔

(۲۶) چھوت چھات کو ختم کر دیا گیا ہے اور یہ کسی بھی شکل میں ممنوع ہے اور اسے قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے۔

باب دوئم۔ پالیسی کے اصول

(۲۷)-۱- اس باب میں جو اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ انہیں پالیسی کے اصول کہا جائے گا اور مملکت کے ہر ادارہ اور حاکم کی طرف سے کام کرنے والے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ ان اداروں اور حکام کے فرائض سے متعلق اصولوں کے مطابق کام کرے۔

۲- جہاں تک ان اصولوں پر عمل درآمد کا تعلق ہے۔ اس کا انحصار اس مقصد کے لئے حاصل ہونے والے وسائل پر ہے اور اس اصول کے وسائل کی دستیابی کے ساتھ مشروط۔

۳- ہر سال صدر مملکت وفاق کے معاملات کے سلسلہ میں اور گورنر صوبوں کے معاملات کے سلسلہ میں بالترتیب قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے اصولوں کو اختیار کئے جانے اور عملدرآمد کے سلسلہ میں رپورٹ تیار کرا کے پیش کریں گے۔ اور قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ضوابط کار میں ایسی دفعات رکھی جائیں گی جن کے تحت ایسی رپورٹ پر مباحثہ ہو سکے گا۔

۲۸ (۱) مملکت کی اتھارٹی یا اس کے ادارے یا ادارے کی طرف سے کام کرنے والے شخص کی یہ ذمہ داری ہو گی۔ کہ وہ یہ طے کرے۔ کہ اس کے اقدامات پالیسی کے اصولوں کے مطابق ہیں یا نہیں۔

(۲) کسی اقدام یا قانون کو اس بنیاد پر چیلنج نہیں کیا جائے گا کہ وہ پالیسی کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے اور مملکت اس کے کسی ادارے، اتھارٹی یا شخص کے خلاف اس بنیاد پر کوئی کارروائی نہیں ہو گی۔

۳- قومی اسمبلی، کوئی صوبائی اسمبلی صدر مملکت یا کوئی گورنر کوئی سوال اسلامی نظریات کی مشاورتی کونسل میں پیش کر کے معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا مجوزہ قانون قرآن و سنت کے مقرر کردہ تقاضوں اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق یا منافی ہیں۔

(۲۹) کوئی قانون قرآن و سنت کی بتائی ہوئی اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے منافی نہیں ہو گا اور تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

وضاحت:- کسی مسلمان کے لئے پرسنل لا کے اصول کے اطلاق کے واسطے "قرآن و سنت" سے مراد قرآن و سنت" کی وہ تشریح ہو گی۔ جو اس کے فرقے کے فقہی مسلک کے مطابق ہو۔

(۳۰)-۱- پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے بنیادی نظریات اور اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ اور انہیں ایسے ہی اصولوں اور نظریات کے مطابق زندگی کا مقصد سمجھنے کی سہولتیں فراہم کی جائینگی

۲- پاکستان کے مسلمانوں کے لئے قرآن کریم اور اسلامیات کی تعلیم لازمی ہو گی۔

۳- پاکستان کے مسلمانوں میں اتحاد اور اسلامی معیار اخلاق کو فروغ دیا جائے گا۔

۴- زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کا مناسب انتظام یقینی بنایا جائے گا۔

(۳۱) شہریوں میں نسلی قبائلی فرقہ وارانہ اور صوبائی عصبیت کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔ قومی زندگی میں خواتین کی مکمل شمولیت:۔ قومی زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی کامل شمولیت اور شرکت کو یقینی بنانے کے لئے خصوصی اقدامات کئے جائیں۔

(۳۲) اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کیا جائے گا۔ اور اقلیتوں کے افراد کو پاکستان کی ملازمتوں میں داخلے کے جائز مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

(۳۳) پسماندہ علاقوں یا طبقوں کے عوام کے تعلیمی اور اقتصادی مفادات کو ترقی دینے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے گی۔

(۳۴) کم مراعات یافتہ ذاتوں، نسلوں، قبیلوں اور گروہوں کے ارکان کو دیگر افراد کے برابر لانے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ اور اس مقصد کے لئے کسی بھی صوبے کے کم مراعات یافتہ قبائل، گروہوں، ذاتوں اور نسلوں کی صوبائی حکومت نشان دہی کریگی۔ اور ان کو ایک شیڈول میں شامل کیا جائے گا۔

(۳۵) مختلف علاقوں اور طبقوں کے عوام کو تعلیم و تربیت صنعتی ترقی اور دیگر ذرائع سے قومی سرگرمیوں کے تمام کاموں میں بھر پور حصہ لینے کے قابل بنایا جائے گا۔ جس میں پاکستان کی ملازمتوں میں شریک کرنا بھی شامل ہے۔

(۳۶) ناخواندگی دور کی جائے گی۔ اور عملاً جس قدر ممکن ہو گا۔ ثانوی سطح تک تعلیم مفت فراہم کی جائے گی۔

(۳۷) شرائط کار منصفانہ اور انسانی اقدار کے مطابق ہوں گی۔ بچوں اور عورتوں کو ایسے پیشوں میں روزگار فراہم نہیں کیا جائے گا۔ جو ان کی عمر اور جنس کے لئے مناسب نہ ہوں۔ اور حاملہ خواتین کے لئے ملازمتوں کے دوران ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

(۳۸) ذات نسل اور قبیلہ کے امتیاز کے بغیر عوام کی بہبود کا مندرجہ ذیل طریقوں سے تحفظ کیا جائے گا۔

(ا) عام آدمی کا معیار زندگی بلند کرنے کے ذریعہ

(ب) دولت کے جائز ارتکاز اور ذرائع پیداوار تقسیم کو عام آدمی کے مفادات کے خلاف چند ہاتھوں میں جمع ہونے کو روکنے کے ذریعہ اور

(ج) آجر اور ملازم کے درمیان اور زمیندار اور مزارع کے درمیان حقوق کے منصفانہ تعین کے ذریعے۔

(۳۹) تمام شہریوں کو روزگار اور معقول آمدنی کے مواقع حاصل ہوں گے۔ اور مناسب آرام اور فرصت کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔

(۴۰) پاکستان کی سرکاری ملازمتیں اور دیگر ملازمین کو لازمی سوشل انشورنس یا اس قسم کے دیگر انتظامات کے تحت سماجی تحفظ مہیا کیا جائیگا۔

(۴۱) زندگی کی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک لباس، رہائش، تعلیم اور علاج معالجہ ایسے تمام شہریوں کو ذات، نسل اور قبیلہ کے امتیاز کے بغیر فراہم کی جائیں گی۔ جو مستقل یا عارضی طور پر معذور یا بیمار یا بے روزگار ہونے کی وجہ سے اپنی روزی نہ کما سکتے ہوں۔

(۴۲) نظم و نسق اور دیگر سروسوں کے دفاتر جہاں تک عملاً ممکن ہو۔ ایسے مقامات پر قائم کئے جائیں گے۔ جو عوام کی سہولت اور ضرورت کو پوری کر سکیں۔

(۴۳) سرکاری ملازمین کے مختلف طبقوں کے افراد کی تنخواہوں میں عدم مساوات کو عملاً مناسب حدود کے اندر کم کیا جائے گا۔

(۴۴) پاکستان کے تمام حصوں کے افراد پاکستان کی افواج میں خدمات انجام دیں گے۔

(۴۵) ربٰو (سود) کو ختم کر دیا جائے گا۔

(۴۶) عصمت فروشی، جوا اور مہلک منشیات کے استعمال کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

(۴۷) شراب کے استعمال کی (طبی ضروریات کے لئے اور غیر مسلموں کی صرف مذہبی ضروریات کے سوا) حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

(۴۸) مسلم ممالک کے درمیان اتحاد کے رشتے مستحکم اور مضبوط بنائے جائیں گے۔ بین الاقوامی امن اور سلامتی کو فروغ دیا جائے گا۔ تمام ممالک کے ساتھ خیر سگالی اور دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں گے۔ اور بین الاقوامی تنازعات کو پرامن ذرائع سے طے کرانے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ (باقی آئندہ)

پاکستان کے دستور میں مسلمان کی تعریف کیوں ضروری ہے

احمد حسین کمال

مارشل لار کے خاتمہ کے ساتھ پاکستان کی تاریخ کا ایک باب ختم ہو گیا ہے۔ یہ باب ۱۹۵۳ء میں اس جزوی مارشل لار کیساتھ شروع ہوا تھا جو پنجاب میں ختم نبوت کی تحریک کو کچلنے کے لئے نافذ کیا گیا تھا۔ ۱۹۵۳ء کے مارشل لار نے فوج کو سول انتظامیہ اور سیاسی جماعتوں کے اقتدار پر حاوی ہونے اور بالا دستی قائم کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس طرح ایک نئے اور تاریک عہد کا پاکستان میں آغاز ہوا۔

۱۸ سال کا یہ طویل عرصہ پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ اور اس باب کی ابتدا صرف اس لئے ہوئی کہ پاکستان کے مسلمان عوام اپنے جمہوری حق کے طور پر یہ چاہتے تھے کہ مملکت کے بنیادی اصولوں میں یہ بات شامل کر لی جائے کہ محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی فرد کو نبوت کے دعوے کا استحقاق نہیں۔ اور پاکستان کی حدود میں کسی فرد و گروہ کو یہ اجازت نہیں ہونا چاہئیے کہ وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہونے والی نبوت کے عقیدۂ خاتمیت کی نفی کر سکے۔ اور اگر ماضی میں کسی گروہ نے ختم نبوت کے عقیدہ سے انحراف کر کے اپنی الگ گروہ بندی کی ہوئی ہے تو اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر پاکستان میں ایک اقلیت کی حیثیت دے دی جائے۔

پاکستان کے مسلمان عوام کا یہ مطالبہ بجائے خود تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کا ایک منطقی تقاضا تھا ... اگر یہ صحیح ہے۔ کہ پاکستان اسلام کے نام پر اس حیثیت سے وجود میں آیا۔ کہ برصغیر ہندوستان میں مسلمان، غیر مسلموں سے ایک علیحدہ قوم ہے تو پاکستان کے وجود کی یہ حیثیت ہی پکار پکار کر مطالبہ کرتی ہے۔ کہ یہاں بسنے والے مسلمانوں کی ایک ایسی جامع تعریف و تشریح لازمی ہے۔ جس کی اساس پر انہیں برصغیر کے غیر مسلموں سے جدا قرار دیا جا سکے۔

برصغیر پاک و ہند سے باہر شاید مسلمان ہونے کے لئے کسی سیاسی و آئینی تشریح کی ضرورت نہ ہو، لیکن پاکستان میں، پاکستان کے وجود کو برقرار رکھنے اور اس کی حقیقت کو جائز و ضروری ثابت کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ مسلمان کی ایک متعین تعریف کر دی جائے۔

برصغیر کے مسلمانوں کو گزشتہ سو سال میں جن سیاسی اور آئینی مسائل سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ان میں بار بار ان کی جداگانہ مسلم حیثیت کا سوال سامنے آیا ہے بلکہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ہی انہیں اپنے علیحدہ وجود پر متعدد بار اصرار کرنا پڑا ہے۔

اس قسم کے مسائل و سوالات سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمان دوچار نہیں ہوئے اور نہ ماضی کی تیرہ سو سالہ تاریخ میں مسلمانوں کو برصغیر کے برطانوی دور کے سوا اس طرح کے گوناگوں اور پیچیدہ آئینی و سیاسی مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

اس لئے اگر مسلمان کی تشریح، دوسرے مسلمان ملکوں اور ماضی کی تاریخ میں ضروری نہیں سمجھی گئی تو اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ انہیں اس کی ضرورت ہی لاحق نہیں ہوئی لیکن برصغیر پاک و ہند میں تو انگریزوں کے غلبہ کے آغاز سے ہی یہاں کے مسلمانوں کو اپنی اسلامی حیثیت اور اسلامی وجود ثابت کرنے کے لئے بار بار سامنے آنا پڑا ہے۔ اور خونیں معرکوں سے گزرنا پڑا ہے۔

انہیں جس طرح ہندوؤں اور انگریزوں کے مقابلہ میں اپنا ملی وجداگانہ وجود ثابت کرنے کے لئے متعدد میدانوں میں نبرد آزما ہونا پڑا ہے۔ اسی طرح اسلام کے نام پر اٹھنے والی ان جدید تحریکوں کے مقابلہ میں بھی انہیں سینہ سپر ہونا پڑا ہے۔ جن تحریکوں کی اساس سنت نبوی علیہ الصلوٰہ والسلام سے انحراف اور ختم نبوت کے عقیدہ سے انکار یا روگردانی پر تھی۔

مسلمانان ہند اگر انگریزوں کے عہد میں سو سال تک انکار سنت اور انکار ختم نبوت کی تحریکوں کے مقابلہ میں اپنی اجتماعی ملی حیثیت کا تحفظ نہ کرتے تو وہ ۱۹۴۰ء میں قطعاً اس پوزیشن میں نہیں آ سکتے تھے۔ کہ جداگانہ مسلم قومیت کی بنیاد پر اپنے لئے ایک الگ وطن کا مطالبہ کرتے اور پاکستان کو منوانے میں کامیاب ہو جاتے۔ وہ تو انکار سنت اور انکار ختم نبوت کے ریلے میں کبھی کے تحلیل ہو گئے ہوتے۔

پس جب یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے دستور و آئین میں مسلمان کی ایسی واضح تشریح و تعریف درج ہونی چاہئیے۔ جس میں ختم نبوت

لاکھوں میں ایک

راولپنڈی۔ اخبار نوائے وقت کی اطلاع کے مطابق حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے صدر بھٹو کی حلف وفاداری کے عین موقعہ پر اسی وقت نماز ادا کی جب چاروں طرف لوگ پریڈ دیکھنے میں مصروف تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت پاک افواج کی پریڈ ہو رہی تھی اور فوج کے چاق و چوبند دستے سلامی دیتے ہوئے جا رہے تھے مفتی محمود نے اپنے کندھے سے رومال اتار کر سٹیج پر بچھا دیا اور نماز عصر ادا کی۔ لاکھوں مسلمانوں کے اجتماع میں وہ غالباً واحد مسلمان تھے جنہوں نے وہاں نماز ادا کی۔

کے عقیدہ کے ساتھ مسلمان کی وابستگی نمایاں ہو جائے۔ تو یہ دراصل برصغیر پاک و ہند کی گزشتہ سو سال کی تاریخی حقیقتوں اور پاکستان کے سیاسی وجود کے تاریخی تقاضوں کا مطالبہ ہے اور جب تک اس کی تکمیل نہ ہو۔ پاکستان کو خطرات سے محفوظ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

یہ بات نہ مولویانہ قسم کا مطالبہ ہے نہ فرقہ وارانہ تعصب کا اظہار ہے۔ یہ تو برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا ایک منطقی اور فطری مطالبہ و تقاضا ہے بلکہ اس پر ہی پاکستان کے وجود کی معنوی اساس قائم ہوتی ہے۔ یہ بات کہ مسلمان کی تعریف و تشریح پر مسلمان علماء متفق الرائے نہیں ہیں۔ اور تمام مسلمان فرقے مکمل اتفاق کے ساتھ ایسی تشریح پیش نہیں کر سکتے محض مغالطہ انگیزی یا غلط فہمی ہے۔

عقائد پر مبنی مسلمان کی تعریف پر مکمل اتفاق رائے نہ پائے جانے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی سو سالہ سیاسی زندگی نے جن حقیقتوں کو متعین کر دیا ہے۔ ان کا بھی انکار کر دیا جائے۔ عقائد کے جزوی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں کے مختلف فرقے مسلمان کی تعریف میں جزوی اختلاف کر سکتے ہیں۔ لیکن برصغیر میں مسلمانوں کو جن سیاسی مسائل سے گزرنا پڑا۔ اس نے ایک ایسی تعریف متعین کر دی ہے۔ جو تاریخی حقیقت پر مبنی ہے۔ اور اتنی واضح ہے کہ کوئی بھی مسلمان فرقہ اس سے اختلاف یا انکار نہیں کر سکتا ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے۔ کہ ہندوستان پر انگریزوں کے غلبہ کے وقت سے لے کر ان کے انخلاء تک اور آزادی کے بعد سے اب تک مسلمانوں کی ہر اجتماعی و سیاسی تحریک سے صرف دو گروہ من حیث الجماعت بالکل الگ تھلگ رہے ہیں۔ بلکہ بیشتر حالات میں ان تحریکوں کے مخالف ہوئے ہیں۔ اور یہ دونوں گروہ انکار سنت اور انکار ختم نبوت کے نظریات رکھنے والوں کے ہیں۔

ہندوستان میں انگریزی حکومت کے خلاف مسلح جنگ آزادی سے لے کر تحریک خلافت اور تحریک پاکستان تک متعدد سیاسی پلیٹ فارموں پر سنی، شیعہ، دیوبندی۔ بریلوی، اہلحدیث وغیرہ مکاتب فکر اور فرقے تو یکجا ہوئے اور ہوتے رہے لیکن سنت کے منکرین کا فرقہ اور ختم نبوت کے منکرین کا فرقہ ہمیشہ علیحدہ رہا اور ان تحریکوں کا شدید مخالف بھی رہا۔ کسی انفرادی مثال کی بات علیحدہ ہے۔

یہ ہی صورت حال حصول آزادی کے بعد بھی برقرار رہی۔ چنانچہ سو سال کے اس سیاسی عمل نے بجائے خود برصغیر کے مسلمان کی ایک ایسی تشریح متعین کر دی ہے۔ جس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ اور جس کی رُو سے سنت کا اقرار اور ختم نبوت کے عقیدہ پر یقین پاکستان کے مسلمان کی تعریف لازمی عنصر ہے۔ اور جن پر پاکستان کے اسلامی وجود کا انحصار ہے پس پاکستان کے وجود کے جواز، بقا اور استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ اس کے دستور و آئین میں مسلمان کی تعریف شامل کی جائے۔ اور برصغیر پاک و ہند کی سو سالہ سیاسی عمل اور جداگانہ مسلم قومیت کے پاکستانی نظریہ کے تقاضے کی تکمیل کی جائے

امید ہے کہ دستور ساز اسمبلی اور دستور ساز کمیٹی مستقل دستور میں اس حقیقت سے چشم پوشی کی غلطی کا ارتکاب نہیں کرے گی۔

(۱۷ اپریل ۱۹۷۲ء)

★

مُراسلات

وزیر اطلاعات کے نام

محترم المقام جناب ایڈیٹر صاحب، ہفت روزہ خدام الدین۔ لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

از راہ کرم نوازی عریضہ ہذا خدام الدین کی وساطت سے مولانا کوثر نیازی صاحب۔ وزیر اطلاعات و اوقاف کی خدمت میں پہنچا کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

حضرت مولانا کوثر نیازی صاحب! سلام مسنون۔ وزارتِ اطلاعات و اوقاف کا اعزاز مبارک ہو!

اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت مومن کے لیے آزمائش ہوتی ہے۔ آپ کے کندھوں پر بھی بارِ امانت ڈال دیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو وزارتی اعزاز سے بحسن و خوبی عہدہ برآ ہونے کی توفیق بخشے۔

پاکستان کے سابق حکمرانوں نے ہر نیکی اور بھلائی کا مفہوم بدل کر رُبع صدی میں بے حیائی اور ہر برائی کی خوب خوب نشرو اشاعت کی ہے۔

پاکستان کو ناچ گھر بنا کر خدا کے غضب کو خوب للکارا گیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ آج مسلمان کو گناہ سے نفرت نہیں رہی۔ خدا کے عذاب سے وحشت نہیں۔ اپنی بدعہدیوں اور بدکرداریوں کی پاداش میں نصف سے زائد ملک چھن جانے پر کوئی عبرت نہیں۔ کوئی غم کوئی دکھ درد یا احساس زیاں تک نہیں ہے۔

ملک اور قوم کی بھلائی اور بہتری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے سائل آپ کی خدمت میں ملتمس ہے کہ ماہ مبارک ربیع الاوّل میں بیاہ شادیوں کی تقریبات کی خوب دھوم دھام ہوتی ہے۔ اور شیطانی رواج کے مطابق بعض لوگوں کو اظہار مسرت و تشکر کے لیے شب و روز لاؤڈ سپیکر پر گانوں کی ریکارڈنگ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ شرعی احکام اور محمدی اسلام کے قطع نظر فحش و بیہودہ فلمی گانوں کی لاؤڈ سپیکر پر مکروہ آواز بیماروں، طلباء و طالبات۔ اور عبادت گزار درویشوں کے لیے انتہائی ذہنی کوفت اور خلل اندازی کا باعث بنتی ہے۔ شرفا تو اس پروگرام کو معصوم بچوں اور کنواری لڑکیوں کے لیے زہر قاتل تصور کرتے ہیں۔ ایک مقبولِ عام پنجابی فرمائشی ریکارڈ کے بول ملاحظہ ہوں ؎

"آ جا سینے نال لگ جا ٹھاہ کر کے"

(لاحول ولا قوۃ) ضلعی انتظامیہ کی ستم ظریفی کا حال یہ ہے کہ مقامی اخبار میں اسسٹنٹ کمشنر کی طرف سے لاؤڈ سپیکر وغیرہ کی پابندی اور دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کا اعلان شائع ہونے کے باوجود کوئی دن یا رات اس مذموم لعنت سے محفوظ نہیں گزرتی "خصوصی اجازت ناموں" کی برکت سے دفعہ ۱۴۴ کی بے بسی کا ماتم برپا رہتا ہے۔

میرے قریب ترین ایک بارسوخ شخص کے بیٹے کی شادی ہونے والی ہے۔ نقصِ امن کے خوف یا حقوق ہمسائیگی کے لحاظ سے انہوں نے مجھے ہمدردانہ مشورہ دیا ہے کہ چند روز کے لیے اپنا مکان چھوڑ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو جاؤں کیوں کہ ان کی سعادت مند لاڈلی اولاد اس مذموم و ملعون حرکت سے باز نہیں رہ سکتی۔

جہاد پر ایک نظر

از حافظ عبدالحلیم کلاچوی فاضل حقانیہ اکوڑہ خٹک

جہاد جہد سے ماخوذ ہے جس کے معنی مشقت اور محنت کے ہیں انسان جو کام بھی کرتا ہے۔ اس کے لیے اس کام کے مطابق صعوبت اور تکلیف بھی برداشت کرتا ہے۔ کام جتنا مشکل اور جس قدر اہم ہوتا ہے۔ اس کے لیے خون پسینہ بھی اتنا کرنا پڑتا ہے

ے مقاصد جن کے اونچے اور اونچے بخت ہوتے ہیں
سدا اُن کے لیے ہی امتحاں بھی سخت ہوتے ہیں

جہاد کی اہمیت سے کوئی مسلمان بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ "اسلام" ایک اجتماعی دین ہے۔ احوال گیر ہونے کے علاوہ عالمگیر بھی ہے۔ اس میں صرف فرد کے نہیں اجتماعیت کے امور بھی روز روشن کی طرح واضح ہیں۔ ان اجتماعی امور پر اسلام کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق عمل کرنے، اسلام کے راہنما اصلوں کو عملی جامہ پہنانے اور بالفاظ صحیح خدا کی سرزمین پر خدا کی حاکمیت قائم کرنے کے لیے ایک علیحدہ خطہ اور مستقل سرزمین کی ضرورت ہے۔ اس سرزمین کو کفر کے نرغے سے چھڑانے، اس سے کفر کی ستیزہ کاری کو ختم کرنے اور اس میں کفر کو پاؤں پھیلانے سے روکنے کا نام "جہاد" ہے

قرآن میں جہاد کی اہمیت

آج کے زمانے میں بھی جب کہ مسلمانوں کی اکثریت بے نماز ہو چکی ہے اس سے کسی کو بھی مجال انکار نہیں ہے۔ کہ نماز اسلام کا بنیادی اور اہم رکن ہے۔ قرآن و حدیث میں نماز سے متعلق ترغیب و ترہیب کا بہت سارا ذخیرہ موجود ہے۔ الصلاۃ عماد الدین اور الصلاۃ معراج المومن کی منادی کر دی گئی مگر مسلمان جانتے ہیں کہ اس کے فرائض کی حد مقرر کر دی گئی ہے۔ اس میں اضافہ کر دینے والے کے ایمان کا خطرہ ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی کتنا عظیم رکن ہے۔ وقت کے دوسرے فتنوں کے موجود ہونے کے باوجود بھی حضرت ابوبکر صدیق رض مانعین زکوٰۃ کے ساتھ قتال کا اعلان فرماتے ہیں۔ مگر اس میں بھی مقدار مقرر ہے جہاد اسلام کا وہ شاندار رکن رکین ہے کہ جس کے متعلق اخراجات کر دینے پر کسی قسم کی پابندی اور حد نہیں ہے۔ بلکہ جتنی ہی طاقت ہے اس سے کم صرف کرنے پر گناہ ہے۔ قابل نفرین ہے اور عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ دیکھئے قرآن فرماتا ہے۔

وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَّمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُم۔

تم دشمن کے مقابلہ میں تیاری کرو جتنی بھی تمہاری طاقت ہو۔ حرف ما، میں تعمیم ہے۔ اور کلمہ من قوۃ میں بھی تعمیم ہے۔ جس قسم کی طاقت ہو۔ سب تم نے دشمن کے مقابلہ کے لیے استعمال کرنی ہے۔ اس تعلیمات کے بعد اس وقت کے مخصوص آلۂ جہاد گھوڑوں کا بھی عطف کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے جہاد کی اہمیت کو اور مؤکد بنانا مقصود ہے۔ اور آخری جملہ جس میں کفار کو اللہ کے دشمن ہونے کو فرمایا گیا ہے۔ اس سے اور ہی تاکید جھلکتی ہے۔ اور جہاد ہی تو ہے کہ جس کے لیے نماز تک میں ترمیم کر دی گئی ہے۔

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلاۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا حذرھم و اسلحتھم۔ جہاد کے وقت سامانِ جنگ جہاد میں لیے پھرو۔ آؤ اور جاؤ نماز نہیں ٹوٹتی۔

جہاد حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے

شریعت محمدیہؐ کے قصر کی تعمیر ملت ابراہیمیہ کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ اس لیے قرآن میں بارہا اسوۂ ابراہیمی کو اپنانے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ جہاد کا حکم صادر فرماتے ہوئے بھی حضرت ابراہیمؑ کے مجاہدانہ کارناموں کی جانب اشارہ فرمایا گیا ہے۔ تاکہ جہاد کا یہ مشکل کام شوق اتباع ابراہیمی میں سہل تر ہو جائے قرآن نے فرمایا۔

وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم۔

مسلمانو! تم اللہ کے راستہ میں جہاد کا پورا حق ادا کر دو۔ قدرت نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہارے لیے دین میں کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ تو تمہارے باپ ابراہیم کا شیوہ ہے۔ جس طرح تمہارے باپ ابراہیم نے دین کی ہر مشکل کو آسان سمجھا۔ گھر کے عظیم فرد باپ سے لڑنا پڑا لخت جگر کی قربانی کا عزم صمیم کیا۔ اور وقت کی طاغوتی طاقت سے ٹکرا کر آگ کی بھٹی میں کود کر مجاہدہ اور جہاد کا ایک انمٹ باب قائم کر دیا

ے بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اس طرح تم بھی باپ کے اس نقش قدم پر چلو کٹھن سے کٹھن منزل تمہارے لیے آسان ہو گی ہر خار زار جھاڑی تمہیں پھولوں کا سیج نظر آئے گی اور تاریخ میں ہمیشہ تمہارا نام عزت و احترام سے پکارا جائے گا۔

ے ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جہاد میں ثابت قدمی

فرار عن الجہاد ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ ملک ملت کے ساتھ غداری ہے ہتھیار ڈالنے ایسے ذلیل حرکت کو وصف تحریر میں سمویا نہیں جا سکتا ہے اس لیے قرآن نے بھی اس کی طرف صاف صاف توجہ فرمائی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون

جب تم دشمن سے برسرپیکار ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو۔ جان کا خیال نہ کرو۔ مال اور اولاد کو فکر میں نہ لاؤ۔ کیوں کہ جو شخص سر بکف میدان کارزار میں آنکلتا ہے۔ اس کے خون کی تپش اسلام کی زندگی ہے جس ہاتھ سے وہ تلوار چلاتا ہے وہ ہاتھ اس کا نہیں "اسلام" کا ہے۔ اس کے قدموں میں جنت ہے۔ اگر وہ شہید ہوتا ہے تو اس کے خون کا ایک ایک قطرہ لاکھوں سجدوں سے تابندہ اور درخشندہ ہے۔ اور اگر وہ غازی ہو کر صحیح سالم واپس لوٹتا ہے تو اسلام کے مقاصد کی عمارت میں ہر ضرب اس کی مستقل اینٹ کا مقام رکھتی ہے۔ البتہ ثابت قدم رہنے کے لیے دوا بھی اس طبیب کے دربار سے ہے۔ اور وہ یہ کہ اذکروا اللہ۔ لیکن اللہ کے ذکر سے یہ مقصد نہیں کہ تم میدان جنگ میں تسبیح خانہ بنا کر بیٹھ جاؤ بلکہ مراد یہ ہے کہ جنگ کے اس افتاد وخیز میں تمہیں روزمرہ سینکڑوں قسم کے واقعات و حالات کا سامنا کرنا ہو گا۔ سبھی میں تم اسی کی راہِ ہدایت پر چلو۔ تمہارے سامنے لاکھوں اربوں کا لالچ رکھ دیا جائے۔ اسے ٹھکرا دو تمہارے حضور حسین و جمیل عورتوں کا نذرانہ پیش کیا جائے تو اس سے جان چھڑا لو اور تمہارے سامنے کفر کی تمام طاقتیں یک جاء ہو جائیں تم اللہ

کا ذکر کرتے ہوئے اللہ کی نصرت کو یاد کرتے ہوئے اعداء اسلام پر ٹوٹ پڑو۔ یا تمہیں غازی اسلام کا لقب ملے گا یا جام شہادت سے سرشار ہو جاؤ گے۔

ے جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میدان مگر جھکی تو نہیں۔

حدیث رسولؐ میں جہاد کا تذکرہ

بے شمار احادیث میں جہاد کا ذکر موجود ہے۔ ایک واضح اور زبان زدِ خواص و عوام حدیث ہے۔

لغدوۃٌ او روحۃٌ فی سبیل اللہ خیرٌ من الدنیا وما فیہا۔ اور اس سے بڑھ کر جہاد کی اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خود فخر کائنات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بشتر معرکۂ کارزار میں بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ بدر کا میدان یاد کر لو! احد کا معرکہ دیکھ لو اور خندق کا واقعہ گوش گزار کر لو۔ صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ آپ بھی مصروف کار ہیں۔ صحابہؓ کی زبان پر ہے۔

نحن الذین بایعوا محمدا۔ علی الجہاد ما بقینا ابدا۔ اور وہ نصیب والے ہیں وہ لوگ کہ جن کے جواب میں آپؐ کی زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے۔

اللّٰھمّ لا عیش الا عیش الاخرۃ۔

صحابہ کا شوقِ جہاد

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن و حدیث کے ارشادات اور حضورؐ کے عملی شوقِ جہاد کو دیکھ کر جو سرفروشانہ جدوجہد کی تاریخ اسے بھلاتے نہیں بھلا سکتی بے سروسامانی افلاس و تنگ دستی غربت و بے کسی کے باوجود وہ اٹھے دنیا کے نقشہ اور دنیا کی تقدیر کو بدل ڈالا۔

ے نہتیں ان کے پاس جو زرہیں آہن شمشیریں
بدلنے آتے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

چودھویں صدی کے مسلمانوں کا جہاد

آج کے جہاد کرنے والے مسلمان قرآنؐ سنت و حدیث کے ارشادات پر کس حد تک عمل پیرا رہے۔ جذبۂ جہاد سے کتنے سرشار رہے اور جہاد کے میدان کارزار میں امر و نولیں پر کتنے کاربند رہے تاریخ اس کا فیصلہ دے چکی ہے۔ اسے بار بار دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عبرت کے لیے بھی کچھ کافی ہے۔ جو سامنے ہے۔ اور ہاتفِ غیبی پھر بھی بار بار پکار رہا ہے۔ کہ آج کے مسلمان بھی جو اسی نبی کے نام لیوا ہیں اگر حقیقت بن کر جہاد میں اسلامی روح پیدا کر دیں۔ مرزائیت مغربیت اور انگریزیت کو طلاق دے دیں۔ تعلیم گاہوں میں لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ختم کر دیں۔ تعلیمی نظم و نسق میں اسلام کی روح ڈال دیں۔ شراب خانے، بت خانے، قمار گھر، سینما گھر اور نائٹ کلبوں کا قلع قمع کر دیں۔ مساجد کو آباد کر دیں اسلامی اصولوں کے مطابق فوجیوں کی بھرتی کریں۔ پھر دیکھیں کہ فتح و کامرانی یقیناً آپ کے قدم چومے گی۔

ے آج بھی گر ہو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

بقیہ: مراسلات

ے حیرت سے تک رہی ہے شریفوں کی آبرو

چونکہ سینما۔ ریڈیو۔ اور ٹیلی ویژن کے اکثر پروگرام نوجوان پود کو تفریح کے نام پر بداخلاقی کی تربیت دیتے رہتے ہیں۔ لہٰذا غیر ملکی فحش فلموں کی خصوصی تخریب کاری اور مخلوط تعلیم کے بد اثرات کا مظاہرہ ناکس بے کراچی میں ہو چکا ہے ملک کے مروجہ سینما ٹوگراف ایکٹ کی لائسنس سینما شرائط ۱۰ اور ۱۱ کی رو سے فلموں کی مشتہری کا موجودہ طریق کار کلیتہً خلاف قانون ہے۔ یعنی شرط ۱۰ کے تحت لاؤڈ سپیکر۔ گراموفون، بینڈ باجہ۔ ڈھول گھنٹی۔ ہارن۔ سیٹی سائرن یا آلات موسیقی کے ذریعہ فلموں کی پبلسٹی ممنوع ہے۔ اور شرط ۱۱ کے تحت قابلِ اعتراض پوسٹروں حیاسوز اور عریاں رومانی تصاویر کے بورڈوں اور بینروں کی نمائش کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اس لیے امید کرتا ہوں۔ کہ قانون کا احترام بحال کرانے کی غرض سے فوری طور پر تمام صوبائی اور ضلعی حکام کو خصوصی ہدایات کا سرکلر جاری فرما کر فقیر کا دامن گوہر مراد سے بھر دیں گے۔ اور سائل کی ایک دیرینہ تمنا لیے پوری فرما کر ممنون و مشکور فرما دیں

والسلام مع الاکرام

العارض: فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم محلہ ساعات ملتان شہر

درسِ قرآن مجید

حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری بتاریخ ۶ رمئی بروز اتوار صبح ۹ بجے بمقام صدر دفتر جمعیۃ طلبۂ اسلام پاکستان واقع ۵۸ میکلوڈ روڈ لاہور (نزد لاہور ہوٹل) میں درسِ قرآن دیں گے۔

بقیہ: اداریہ

سزا محتاج وضاحت نہیں۔

اراکین اسمبلی اور حکمران گروہ سے گزارش ہے۔ کہ وہ بنیادی حقوق کی اس شق کا از سرِ نو جائزہ لے کر ترمیم کریں کہ کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

جلسہ سیرت النبیؐ

۱۱ ربیع الاول مطابق ۱۶ رمئی ۶۲ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء قلعہ کہنہ ابن قاسم باغ ملتان میں مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم ملتان کے زیر اہتمام جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہو رہا ہے جس میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا صاحبزادہ سید منظور احمد شاہ کبیر والہ تشریف لا رہے ہیں۔

(ابو الفاروق محمد رمضان ملتانی مہتمم مدرسہ ہذا)

اپیل

مسجد، مدرسہ تعلیم الفرقان رجسٹرڈ مریڑ حسن راولپنڈی زیر تعمیر ہے مدرسہ ہذا ۱۹۵۵ء سے قائم ہے۔ ابھی تک کرایہ کی عمارت میں چل رہا ہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک پلاٹ خریدا گیا ہے، اس کی بنیادیں بھرائی جا چکی ہیں، کنواں کھدوایا جا چکا ہے۔ نیچے مدرسہ اور اوپر مسجد بنانے کی تجویز ہے۔ اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ اس کی تعمیر میں امداد فرمائیں۔ اپنے یا اپنے بزرگوں کی طرف سے ایک ایک کمرہ تعمیر کرا دیں۔ یہ صدقہ جاریہ ہے۔ آپ کو اس میں ضرور ثواب ملتا رہے گا۔

(قاری محمد دین مہتمم مدرسہ تعلیم الفرقان رجسٹرڈ مریڑ حسن راولپنڈی)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

ڈیرہ اسمٰعیل خان میں

حافظ فیض احمد صاحب کمشنری بازار سے حاصل کریں۔

(مینیجر)

بچوں کا صفحہ

دلپسند مشغلے

جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب

پیارے بچو! طالب علمی کے زمانہ میں اپنے دلپسند مشغلوں کا بڑا چرچا رہتا ہے۔ ایک دوسرے سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارا دلپسند شغل کیا ہے؟ بے شک کسی فن سے لگاؤ رکھنا اور اس میں مہارت حاصل کرنا کوئی بری بات نہیں ــــ مگر سوچ بچار کی یہ بات ہے کہ آیا ہمارا یہ کام ٹھیک ہے یا غلط۔

قرآن مجید جسے ہم روزانہ پڑھتے ہیں اور جو اللہ تعالےٰ کا پاک کلام ہے۔ جس میں ہماری زندگی کا مکمل پروگرام ہے۔ اس کے اٹھارھویں پارے کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے کامیاب مومن بندوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک وصف یہ بھی ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝

"اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے۔"

لہٰذا لغو اور بے فائدہ اور نکمی بات سے کنارہ کرنا ہماری کامیابی کی نشانی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ بے فائدہ، نکمی اور لغو باتوں میں اگر پھنس گئے تو نہ دنیا میں کامیاب ہوں نہ آخرت میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ ایک مسلمان بچے کے لیے یہ ضروری ہے کہ بے فائدہ کاموں سے دُور رہے۔ انہیں جو مشغلہ اختیار کرنا ہو وہ اس کسوٹی پر پرکھ کر اختیار کرنا چاہیئے۔

آج کل بعض طلبہ دیکھا دیکھی کیمرے (CAMERA) کندھوں پر ڈالے پھرتے ہیں۔ جو کندھے قرآن کریم اور بندوق لٹکانے کا فخر حاصل کرنے کے قابل تھے ان پر کیمرہ لٹک رہا ہے اور فوٹو گرافی کے ناجائز فعل کو اپنے دلپسند مشغلوں کی فہرست میں داخل کر لیا گیا ہے۔ مگر ان معصوم اور بھولی بھالی ہستیوں کو پتہ ہونا چاہیے کہ اس لغو فعل کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ شریعت میں تصویر بنانا خواہ ہاتھ سے بنائی جائے یا کیمرہ کی مدد سے سخت منع ہے۔ مصوّر کے لیے دوزخ کی وعید آئی ہے۔ صرف اتنی اجازت ہے کہ درختوں، بیل بوٹوں یا دوسری بے جان چیزوں کی تصویریں بے شک اتار لے۔

مجھے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد ہے کہ شریعت کے حکم کو مان کر فوٹوگرافی کے شغل سے ایک دوست تائب ہو گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرمائے آمین!

تم اس بُرے فعل کے قریب ہرگز مت جانا۔

شطرنج کھیلنا بالکل لغو اور بُرا فعل ہے۔ لغو باتیں اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہیں۔ اسی طرح تاش کھیلنا، چوسر کا شغل وغیرہ ہیں۔ جن میں قیمتی وقت فضول ضائع ہوتا ہے اور اکثر لڑائی فساد تک بھی نوبت پہنچ جاتی ہے۔

سب سے اچھا شغل تو یہ ہے کہ بزرگانِ دین کی تصنیفات کے مطالعہ کے لیے باقاعدہ روزانہ وقت نکالا جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چند سال نہ گزرنے پائیں گے کہ ایک بہت بڑا علمی ذخیرہ ذہن میں محفوظ ہو جائے گا۔

خود کو جفاکش اور محنتی بنانے والے بے ضرر مشغلوں میں دلچسپی لی جائے۔ گھوڑے سواری کا شوق، ایسے پانی میں تیرنے کی ورزش کرنا جس میں ڈوبنے کا احتمال نہ ہو۔ تعطیل کے دن سیر و سیاحت کا لمبا پروگرام رکھنا جسمانی ورزش میں دلچسپی لینا وغیرہ اچھے مشغلے ہیں لیکن نیت یہ بنا لیجیے کہ اللہ کی رضا کے لیے میں یہ مشغلہ اختیار کر رہا ہوں پھر اس میں جو وقت آپ لگائیں گے وہ عبادت میں شمار ہوگا۔

بقیہ: ذکر اللہ کی عظمت

کی پیروی میں آپ لوگوں سے قسم لی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے آپ نے ان سے پوچھا۔ آپ لوگ یہاں کیوں جڑے بیٹھے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں اور اس نے جو ہم کو ہدایت سے نوازا اور ایمان و اسلام کی توفیق دے کر احسانِ عظیم فرمایا۔ اس پر اس کا حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا قسم اللہ کی! تم اسی لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ قسم اللہ تعالیٰ کی۔ ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں اور یہی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہارے ساتھ کسی بدگمانی کی بنا پر تم سے قسم نہیں لی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی جبرئیل امینؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالےٰ فخر و مباہات کے ساتھ فرشتوں سے تم لوگوں کا ذکر فرما رہا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کا ایک جگہ بیٹھ کر اخلاص کے ساتھ اللہ کو یاد کرنا، اس کی باتیں کرنا، اس کی حمد و تسبیح کرنا اللہ تعالےٰ کو بے حد پسند ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے خاص فرشتوں کے سامنے ایسے بندوں کے لیے اپنی رضا کا اظہار فرماتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

> شرک رب کے ساتھ نہ کرنا کبھی
> گرچہ تیری جان تک جائے چلی

انہوں کی پریس چھوڑ کر نمبروں میں توجہ مرکوز ہے۔ میری نظر میں ہر نمبر مفید ہے لئے تو ...

ٹیلیفون نمبر ٦٧٥٤٥

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٤٧

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (١) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/١٩٣٢١ مورخہ ٣ مئی ١٩٥٦ء (٢) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٢٢٤-٢٢٨١ مورخہ ستمبر ١٩٥٦ء
(٣) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ٩/٣٩٦/٧٩٧-٢-٩ ٥٥ مورخہ ١٣ اگست ١٩٦٣ء (٤) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM٢/٣٠-٥٢١٠ مورخہ ٣ مارچ ١٩٦٧ء

گذارشات

١۔ ایجنٹ حضرات کی طرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر ادارہ کے لیے مشکلات کا باعث بنتی ہے۔

٢۔ جملہ بلوں کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام مینیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی جائے۔ ادارہ کے کسی کارکن کے نام دفتری رقوم نہ بھیجی جائیں۔

٣۔ انجمن کی مطبوعات منگوانے کے لیے وی پی کی فرمائش نہ کریں۔ کل رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں۔

(سرکولیشن مینیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور ... چھپا
اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا